



**Year 2025; Vol 04 (Issue 02)**  
**P. 104-137 <https://journals.gscwu.edu.pk/>**

**ڈاکٹر نائلہ انجم**

پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ نیلو، جامعہ پنجاب، لاہور / اسٹنسٹ پروفیسر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی

**ڈاکٹر محمد کامران**

پروفیسر، ادارہ زبان و ادبیات اردو، ڈین فیکٹری آف اوریئنٹل لرننگ، جامعہ پنجاب، لاہور

**Dr. Naila Anjum**

Post Doctorate Research Fellow, Punjab University Lahore / Assistant Professor, Lahore College for Women University

**Dr. Muhammad Kamran**

Professor Institute of Urdu Language and Literature, Dean Faculty of Oriental Learning, Punjab University, Lahore

## مصنوعی ذہانت اور اردو ادب کی تحلیقیت: اسباب و علل

### **Artificial Intelligence and the Creativity of Urdu Literature: Causes and influencing Factors**

#### **ABSTRACT:**

Literature stands as a timeless testament to human creativity, weaving imagination, emotion, and intellect into narratives that shape and reflect societies. At the heart of literary expression lies the creative impulse—an intuitive force that transforms lived experiences into poetic thought, metaphors, and meaningful stories. In the contemporary era, this creative landscape is witnessing a profound transformation with the rise of artificial intelligence. AI is not only altering the way research is conducted but is also influencing the methods through which literature is produced, analyzed, and interpreted. Applications like ChatGPT, Grammarly,

Quillbot, and Jasper are aiding tools in generating content, refining language, and exploring stylistic possibilities, thereby reshaping the role of the human author. These tools, while enhancing productivity and expanding access to language and knowledge, also pose critical questions regarding originality, authorship, and creative authenticity. On one hand, AI empowers researchers and writers with unprecedented speed and precision; on the other, it risks homogenizing thought and replacing nuanced human insight with algorithmic patterns. The delicate balance between embracing innovation and preserving the soul of literary creativity is now at the center of scholarly and artistic debates. As literature evolves in dialogue with technology, the essence of human expression continues to search for new ways to assert itself in a digitized world. This research paper aims to explore the causes and factors influencing the creativity of Urdu literature in the context of the growing impact of artificial intelligence. It will examine how AI is generating new possibilities in literary expression, style, and content creation.

**KEY WORDS:** Human creativity, Applications, ChatGPT, homogenizing, digitized world, artificial intelligence

شعر و ادب کے منظر نامے پر جو متنوع تحریریں اپنی آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں اس کی بنیادی وجہ ہر فرد کا اپنا ذاتی تجربہ، خیالات کی انفرادیت، سوچ کا فرق نیز زندگی بسر کرنے کا منفرد راویہ نظر ہے۔ ادب جس دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ دنیا کسی ناکسی انداز میں اس میں موجود ہوتی ہے۔ تخلیق کار کے باطن کا ہون، اس کے تصورات، تمنائیں، زندگی کا شعور اور اس شعور کی درست سیاسی، شفافیت اور نظریاتی جہت کی بدولت ادب وجود میں آتا ہے۔ شاعر کا کلام ہمیشہ اس کے تہذیبی جغرافیہ سے متاثر ہوتا ہے وہ اپنے ارد گرد کے تہذیبی عوامل سے زندگی بھر متاثر ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لاشعوری طور پر یہ عوامل اس کے تخلیقی عمل کے دوران میں مسلسل نمایاں ہوتے رہتے ہیں۔ ادب پارے کی تخلیق میں طبعی اور جغرافیائی اثرات سے انکار ممکن نہیں۔ شیم حفی لکھتے ہیں:

”ادب اور آرٹ کو تاریخ اور تہذیب کے جبر سے چھکارے کی ایک کوشش کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔ بے شک ادب اور آرٹ کسی بھی حد بندی کو قبول نہیں کرتے لیکن یہ حقیقت اس کے بعد بھی اپنی جگہ برقرار رہتی ہے کہ انسانی تجربے کے اظہار کا دائرة چاہے جتنا پھیل جائے تاریخ اور تہذیب کے عمل دخل سے پوری طرح اس کا آزاد اور الگ ہو جانا شاید ممکن نہیں۔ اسی لیے انسانی روح کو در پیش سوالوں پر سوچ بچار کرتے ہوئے یہ خیال مجھے بار بار آتا ہے کہ ادبی اور تخلیقی تجربے کو اپنی اس بہروپی دنیا کے کمپیوٹر سے یکسر الگ کر کے دیکھنے کی روشن بھی کچھ زیادہ مستحسن نہیں ہے ہمارے نظریہ ساز ادیب ادبی نظریہ سازی کو بھی بعض اوقات کچھ گھٹری سازی جیسا باریک کام بنادیتے ہیں۔“ (1)

Yan Hu نے اپنے ”ضمون“ میں اس بنیادی مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے:

”When human creators create literature and content, they are always influenced by the background of their own era and the

general aesthetic and philosophical views of society.

However, for large language model A1, their core models are trained by text data that humans have been able to find for thousands of years. For them, the background of the times and the unique aesthetics and philosophy of the times do not constitute the meaning of "thinking" for them. For them, the epistemology and ontology of people in any era only have some differences in data, and it does not affect their usual style of content creation."(2)

انسان کا وجود اس کائنات کا مرکزی نقطہ ہے اور کائنات کی وقعت و معنویت اسی کے دم قدم سے ہے۔ فکر و شعور کے نئے آفاق اور نئے منہج اسی کی بصیرت کے تابع ہیں۔ محمد حسن عسکری نے کہا تھا کہ جب کوئی بڑا فن کا رپیدا ہوتا ہے تو کائنات نئے سرے سے بنتی ہے۔ (3) فنا کا انفرادی تجربہ اور مشاہدہ کائنات کے سربرستہ رازوں سے پرداہ اٹھاتا ہے۔ تخلیقی عمل کی سنجیدگی اور کرب جس سے تخلیق کار گزرتا ہے اس کا ادراک مشین کرہی نہیں سکتی۔ غیب سے آنے والے خیالات جو تخلیق کار کے دل و روح پر منکشf ہوتے ہیں مشین اس فطری تجربہ کی محمل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اوسط درجے کی ذہانت نہیں خانہ روح میں نقب لگا سکتی ہیں۔ بقول امیر بنیانی:

خشك سیروں تن شاعر کا لہو ہوتا ہے  
تب نظر آتی ہے اک مصرع تر کی صورت (4)

ادیب کا کام صرف معاشرے کے مسائل و معاملات کی تشهیر نہیں بلکہ ان کی خواہشات، ان بنے خواب اور غیر متشکل تصورات کو بھی پیش کرنا ہے۔ ان دیکھے جہان کی صورت پذیری ادیب ہی کا کام ہے اور اس جہان کی صورت پذیری کو راستہ اسی شعور، لاشعور، تخيّل، وجدان نے دکھایا ہے جو حقیقی ذہانت کا خاصاً ہے:

”الف لیلی کو دیکھیے، ان خیالی داستانوں اور قصوں میں انسانی تجربات کا مطالعہ ملتا ہے۔ ان قصے کہانیوں میں وہ تعمیم ملتی ہے جس کی بنیاد ہماری خواہشات پر ہے۔ ان داستانوں میں انسانی ذہن نے اپنے تخيیل کو وہاں تک اُڑنے دیا جہاں تک اس کی رسمائی ممکن تھی۔ محیر العقول واقعات، ناممکن العمل باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں ۔۔۔۔۔ ذرا دیر میں زمان و مکان مل جاتے ہیں، فاصلے مٹ جاتے ہیں اور عمر و اور دوسرے غیار نظر بچا کر اس جگہ جا پہنچتے ہیں جہاں تخيیل کی رسمائی بھی مشکل سے ہو سکتی ہے۔ عمر و غیار اور ان کی زندگی جادو، سحر اور طلسم محیر العقول و اتعات تخت سلیمان، اڑن کھٹولا۔ دراصل انسانی خواہشات کی وہ علامتیں ہیں جن سے نہ صرف وہ مسرت حاصل کرتا ہے بلکہ حیات و کائنات کو اپنے تصرف میں لانے کی آرزو کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اب اس فقط نظر سے ان فن ماروں کو دیکھئے تو ان کی

دیا کے نرالے پن اور انسانی خواہشات کے بھر پور ہونے کا شدید احساس ہونے لگتا ہے  
مفروضہ عمومیت کارنگ لے کر، ادیب کے ذہن میں ابھرتا ہے اور برسوں پہلے وہاں پہنچ  
جاتا ہے جہاں سائنس قدم قدم پہنچتی ہے۔“ (5)  
پہنچ کی وجہ ہے کہ یاس یگانہ بھی سائنس کو ادب کی شہریت دینے پر آمادہ تھے:

”شاعری کا تجاطب جذبات سے ہے اور سائنس کا تیقین سے۔“ (6)

شعر و ادب خصوصاً شاعری ایسی صنف نہیں کہ جسے محض تفہن طبع کے لیے پڑھا جائے اور پھر فراموش کر دیا جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج تک شعر و ادب کی تفہیم، تحقیق اور تنقید کا سلسلہ جاری و ساری نہ ہوتا۔ ادب کی کثیر المعنویت اور متن میں ملفوظ متعدد رنگ وقت اور عصر کے ساتھ ساتھ مزید کھھر کر سامنے آتے ہیں۔ ادب محض الفاظ کا گور کھدھندہ نہیں ہے کہ کوڑکی مدد سے مختلف لفظوں کو منتخب کر کے عبارت بنالی جائے بلکہ یہ انسانی تجربات کا پیچیدہ اظہار یہ ہے۔ جو ذہن میں نئے معانی، سوالات اور امکانات کو جنم دیتا ہے۔ کثیر المعنویت قاری کی تختیقی بصیرت کو بھی نکھارتی ہے۔ ادب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک بار پڑھنے کے بعد ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ہر قاری، ہر قرأت اور ہر سیاق میں نئے امکانات سامنے لاتا ہے۔ ہر انسان کئی کہانیوں کے ساتھ سفر کرتا ہے۔ یہ کہانیاں کچھ ذاتی اور کچھ عصری حالت و واقعات کا شاخانہ ہوتی ہیں۔ ہر کہانی کے پس منظر میں جذبات، خیالات اور فکر کا ایک جہاں پوشیدہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی متن کے معنی کسی نئی صورت حال میں نئی معنویت کے ساتھ سامنے آئیں مثلاً دیوان غالب یا کلیات میر، یا کلیات اقبال کو جتنی بار بھی پڑھیں کسی ناکسی نئی کیفیت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یقیناً وہ ذہنی کیفیت ہے جس کی تبدیلی سے ہم دوچار ہوتے ہیں اور یوں شعر کی تفہیم کا سلسلہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔

تجھیق کاروں نے مشینوں کی حکومت کو دل کی موت کا سامان قرار دیا ہے۔ ایسے میں اے آئی اور جیٹ جی پیٹی کی تخلیقات کی وجہ سے دل کے ساتھ ساتھ روح کو بھی گزند پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ تخلیق انسانی ذہن کی وہ کاوش ہے جس کی ماہیت اور فرمیم ورک کا اندازہ لگانے کے لیے فلاسفہ، نفسیات دان اور ناقدین کوشان ہیں مگر انسانی ذہانت کے کوڑ اور جیٹ بوٹش دریافت نہیں ہو سکے۔ تخلیق کار ماہول، ہر روزہ قوع پذیر ہونے والے واقعات خواہ ذاتی ہوں یا اجتماعی نوعیت کے سب سے متاثر ہو کر اپنے میلانات اور ذہنی تعصبات کے ساتھ رد عمل کا اظہار کرتا ہے۔ ہر برٹ ریڈنے کہا:

”شاعری کی بنیادی قوت اپنی شخصیت کی آگئی ہے۔“ (7)  
مینجر پانڈے واضح طور پر لکھتے ہیں:

”ادب کے تخلیق کاروں کا مسئلہ انفرادی بنانے کا سماجی بنانا ہے، گویا فن اسی وقت فتنی معیار پر پورا اترے گا جب اس میں انفرادیت پیدا ہوگی اور انفرادیت کا تعلق فن کار کے ذاتی تجربے اور بصیرت سے ہے۔“ (8)

انفرادی تجربہ کا اظہار غالب یوں کرتے ہیں:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے (9)

ادیب کے لفظ معاشرے کی تعمیر و تشكیل اور بہتر زندگی کی صورت گردی کرتے ہیں۔ اچھی شاعری تو اناباطنی جذبات کا فوری اظہار ہے۔ یہ زندگی بخش طرزِ اظہار مستقبل کے امکانات پر بھی توجہ دلاتا ہے۔ اس کی بیسیوں مثالیں اردو شعر و ادب سے دی جاسکتی ہیں جہاں شعراء نے آنے والے زمانوں کی کہانی سنائی ہے:

انقلاب حیات کیا کہیے  
آدمی ڈھل گئے مشیوں میں (10)

پروفیشنل شاکر کا درج ذیل شعر مصنوعی ذہانت کی طرف واضح اشارا ہے۔ جس کا اعتراف جی پیٹی نے خود بھی کیا ہے۔ پہلے شعر دیکھیے:

اپنے قاتل کی ذہانت سے پریشان ہوں میں  
روز اک موت نے طرز کی ایجاد کرے (11)

اب مصنوعی ذہانت کی وضاحت دیکھیے:

”یقیناً، یہ شعر نہایت پُرا اثر اور گہری معنویت لیے ہوئے ہے:

ترجمہ:

یہ شعر علامتی پیرائے میں کہا گیا ہے اور ”قاتل“ یہاں صرف ایک شخص نہیں بلکہ کسی ایسے ماهرانہ، چالاک، یا ظالمانہ قوت کی علامت ہو سکتا ہے جو شاعر یا فرد کو روز نئی اذیتوں، مسائل، یا ذہنی دباو سے دوچار کرتا ہے۔

۔۔۔ اپنے قاتل کی ذہانت سے پریشان ہوں میں

یہاں شاعر اس بات پر حیران اور پریشان ہے کہ اس کا دشمن یا مختلف انتہاؤں ہے کہ اسے مارنے (یا تکلیف دینے) کے لیے ہمیشہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کر لیتا ہے۔ وہ عام یار و ایتی انداز میں نہیں، بلکہ تخلیقی انداز میں اذیت دیتا ہے۔

۔۔۔ روز اک موت نے طرز کی ایجاد کرے

ہر دن ایک نئی تکلیف، نئی جدائی، نیا صدمہ یا نفسیاتی اذیت دی جاتی ہے۔ یہاں ”موت“ صرف جسمانی نہیں، بلکہ جذباتی، فکری یا روحانی سطح کی موت بھی مراد ہو سکتی ہے۔

علامتی مفہوم:

یہ شعر نہ صرف محبت میں ناکامی یا ظلم پر تبصرہ ہو سکتا ہے بلکہ جدید دور میں انسان کو درپیش پیچیدہ اور ذہانت سے بھر پور چیلنجز پر بھی روشنی ڈالتا ہے، جہاں دشمن سامنے نہیں آتا، مگر ہر روز نیاوار کرتا ہے۔ اگرچاہیں تو میں اس کا جدید یا سیاسی پس منظر۔ بھی تشریح میں شامل کر سکتا ہوں۔

سیاسی انداز کی تشریح کی صورت دیکھیے:

سیاسی پس منظر میں یہ شعر نہایت طاقتور علامت بن کر ابھرتا ہے:

اپنے قاتل کی ذہانت سے پریشان ہوں میں

روزاک موت نے طرز کی ایجاد کرے

یہاں "قاتل" ایک استعارہ ہے "ایسی سیاسی قوتوں، نظاموں یا سامر اجی طاقتوں" کے لیے جو ظاہر ترقی، امن، یا اصلاحات کے نام پر نئے ہٹھکنڈے، پالیسیاں، یا حربے ایجاد کرتے ہیں۔ مگر ان کا نتیجہ عوام، معاشرت یا خود قوم کی "موت" کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

سیاسی تشریح:

قاتل کی ذہانت:

ان سیاسی قوتوں کی جانب اشارہ ہے جو بر اہ راست ظلم نہیں کرتیں، بلکہ وہ نرم رویوں، بیانیوں، معاهدوں یا ٹکینا لو جی کے ذریعے لوگوں کی آزادی، خود مختاری یا ثقافت کو ختم کرتی ہیں۔

2. روزاک موت نے طرز کی ایجاد کرے:

یہ جملہ اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ ظلم یا حکومی اب تلوار یا گولی سے نہیں، بلکہ مہنگائی، ذہنی استھان، تعلیم میں تعصب، میڈیا کی دھوکہ دہی، یا ڈیجیٹل غلامی جیسے نئے انداز سے دی جاتی ہے۔

ہر دن ایک نئی چال، نئی پالیسی، نئی "اصلاح" دراصل عوام کے لیے نئی اذیت بن جاتی ہے۔

مثال:

- عالمی سیاست میں بڑی طاقتوں کا چھوٹے ممالک پر معاشری دباؤ ڈالنا۔
- میڈیا کا استعمال کر کے ذہن سازی کرنا۔
- ڈیجیٹل نگرانی کے ذریعے شہری آزادیوں کو محدود کرنا۔
- تعلیم، ادب یا ثقافت میں مداخلت۔

یہ شعر ایک ایسا احتجاجی استعارہ بن جاتا ہے جو "ظلم کی شکل بدلتی چالا کیوں" پر شاعر کی بے بسی اور باخبر ہونے دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ صرف ذاتی نہیں، اجتماعی شعور کا بیان بھی ہے۔" (12)

اس شعر کی سیاسی حوالے سے کی گئی تشریح میں مصنوعی ذہانت نے ذمہ بھیٹ لگرانی کے ذریعے شہری آزادیوں کو محدود کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس حوالے سے ناقدرین کی رائے دیکھیے:

" It seems likely that a large-scale success in AI—the creation of human-level intelligence and beyond—would change the lives of a majority of humankind. The very nature of our work and play would be altered, as would our view of intelligence, consciousness, and the future destiny of the human race. AI systems at this level of capability could threaten human autonomy, freedom, and even survival. For these reasons, we cannot divorce AI research from its ethical consequences." (13)

تحقیق کار زندگی اور معاشرے سے تجربات کشید کر کے اس میں اپنی روح کو سوتا ہے جبکہ مصنوعی ذہانت فراہم کردہ ڈیٹا کی مدد سے تحریر بناتی ہے۔ لکھنے اور بنانے کا عمل ہی مختلف ہے۔ بہت زیادہ معلومات اگر کسی کو بھی فراہم کر دی جائیں تو تحریر کی کوئی نہ کوئی شکل سامنے آہی جاتی ہے مگر اسے تحریر بنانا ہی کہیں گے لکھنا نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر اے آئی سے کچھ پوچھا جائے تو ابتدائی سطح پر وہ بنیادی معلومات فراہم کرتی ہے اور پھر مزید سوال کرتی ہے کہ کیا ایک مضمون چاہیے؟ یہ طرزِ عمل تاثر دیتا ہے کہ وہ شاید ان گنت معلومات کا ذخیرہ ہے جو ہر سوال کا جواب دے سکتی ہے جبکہ مصنوعی ذہانت حتیٰ اور یقینی معلومات تو پیش کر سکتی ہے مگر ممکنہ اور احتمالی پیچیدگیوں سے نبردازمانہیں ہو سکتی۔

مشین کی تحقیق کاری کا تجربہ انفرادی نہیں کیونکہ یہ صرف پروگرام شدہ ڈیٹا کی بنیاد پر فیصلہ سازی کرتی ہے۔ فراہم شدہ معلومات کو معمولی رد و بدل سے نیا انداز دے دیتی ہے۔ چونکہ اس کے اصول طے شدہ ہیں اس لیے یہ صورت حال کے مطابق فیصلہ تبدیل کرنے کا شعور نہیں رکھتی۔ مصنوعی ذہانت کی تیار کردہ تحقیقات انفرادی نہیں اجتماعی تجربہ کی دیں ہیں۔ اس کے اصل مصنف کا تعین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ مختلف مصنفوں کے تجربات اور ذہانت سے استفادہ کر کے ایک اور نئی تحقیق تیار کرتی ہے۔

صنعتی سماج جس مشینی تہذیب کی تشكیل کر رہا ہے اس میں مشینی زندگی کے سفر کو آگے بڑھانے کے لیے صنعتی کار خانوں کی طرح اب تحقیقی کار خانے بھی وجود میں آگئے ہیں۔ جو ضرورت ہو وہ خریدیں۔ جو تحریر لکھوانا چاہیں۔ اس کا موضوع، کردار، بیت، اسلوب کی خصوصیات

سب ایک پر مپٹ کے ذریعے بتائیں تو بہترین تحریر آپ کی منتظر ہے۔ چونکہ یہ تحریر کوڈز کے ذریعے ہوتی ہے اس لیے پیسہ اور وقت چاہیے۔ دیگر دوسری ایپس کی مانند اگر ادا نیگی کی جائے گی تو مہارت بھی عمدہ ہو گی۔ جی پی ٹی کی مفت سہولت میں اغلاط کا خطرہ موجود ہے یعنی:

مفت سن کر اور ڈر جاتے ہیں لوگ (14)

واٹس ایپ کے چیٹ جی پی ٹی، جی پی ٹی 2.5 اور Deepseek سے پوچھے جانے والے ایک ہی سوال کے جوابات کچھ اس طرح ہیں:

سوال: مستنصر حسین تارڑ نے بہاؤ میں "پاروشنی" کا کردار تخلیق کیا ہے کیا مصنوعی ذہانت کی مدد سے ایسا کردار تخلیق کرنا ممکن ہے؟

واٹس ایپ چیٹ جی پی ٹی کا جواب:

"بہت اہم اور گہر اسوال ہے۔"

مستنصر حسین تارڑ کے ناول "بہاؤ" میں "پاروشنی" ایک ایسا کردار ہے جو نہ صرف علامتی ہے بلکہ تاریخی، تہذیبی، جذباتی اور فکری گہرائی رکھتا ہے۔ یہ کردار \*وادی سدھ کی قدیم تہذیب\*، انسان کی داخلی تلاش، اور روحانی روشنی کی علامت بن کر ابھرتا ہے۔

کیا مصنوعی ذہانت (AI) ایسا کردار تخلیق کر سکتی ہے؟

\* جزوی طور پر "ہاں" - لیکن مکمل طور پر "نہیں" - \*

\*: مصنوعی ذہانت کی صلاحیتیں \*

\* AI - تاریخی حقائق، تہذیبی عناصر، لسانی اسلوب \* کو جمع کر کے ایک \* منطقی کردار \* تخلیق کر سکتی ہے۔

یہ کردار \*ساخت، پس منظر، مکالمہ اور واقعی ترتیب \* میں خوبصورت ہو سکتا ہے۔ -

\* لیکن AI کی محدودیت \*:

پاروشنی \* جیسے کردار میں جو \* وجود انداز، علامت، روحانی تجربہ، اور مصنف کی داخلی کیفیت \* شامل ہے، وہ صرف \* انسانی شعور اور تخلیقی \* لا شعور \* ہی دے سکتا ہے۔

AI - جذبات کی \* گہرائی یا بہام \* کو میکاگی انداز سے بیان کرتا ہے، جب کہ تارڑ جیسے ادیب اسے \* ادبی وجود انداز \* میں ڈھالتے ہیں۔

نتیجہ:

\*پروشنی جیسا کردار تخلیق کرنے کی "کوشش" تو کر سکتی ہے، لیکن وہ کردار وہ "روح" نہیں پاسکتا جو ایک حس، باشور ادیب اپنے تجربے، مشاہدے اور وجود ان سے دیتا ہے۔\*

\* ادب کا دل انسان کے پاس ہے، AI صرف اس کا خاکہ بن سکتا ہے۔\*(15)

چیٹ جی پی ٹی 2 کا جواب:

The screenshot shows a ChatGPT 5.2 interface on a Windows desktop. The browser address bar displays the URL [chatgpt.com/c/69424e3f-70fc-8321-9aes-b43b7081c4c2](https://chatgpt.com/c/69424e3f-70fc-8321-9aes-b43b7081c4c2). The main window has a dark theme with white text. At the top, there are buttons for Share and Add people. The input field contains the question: "AI ایک "ادبی مشابہت" بنا سکتی ہے، اصل تخلیق نہیں۔" Below the input field, the AI response is displayed in two parts. The first part is a question: "AI کہاں کمزور ہے؟" followed by a list of bullet points: "• ان جیزوں میں کمزور ہے: \* ذاتی دکھ اور جیزوں کے تجربے میں \* وقت کے ساتھ خیزی یوں تینیں پادداشت میں \* تخلیق کے دوران یوں والے داخلی تصادم میں \* لاشعوری سطح پر جنم لئے والے استھاروں میں" The second part of the response continues below: "یا روشنی جیسے کردار لاشعور سے جنم لئے ہیں، الگوریتم سے نہیں۔" At the bottom of the AI's response, there is a link labeled "نتیجہ (ایم نکم)" (Result (I'm NCKM)). The browser taskbar at the bottom shows various pinned icons and the system tray indicates the date and time as 12/17/2025.

مسنون حسین نایر میں جو وا روشنی کا کوئی تعلق نہیں  
کہا ہے تو اسی فائل کی مدد سے اپنا کوئی تعلق نہیں اسے  
بہت اچھا اور کوئی سوال نہیں

مشترک جواب  
یا، مصلحون دیانت (All) کی مدد سے ظاہر کیوں نہیں جو وا روشنی کا کوئی تعلق نہیں  
لیکن مسنون حسین نایر کے تعلقیں، لفک اور انسانی گھروں والے کوئی جسم کیوں طرح نہیں  
کہا اور یہ ممکن نہیں۔  
ابڑا تعلقیں نہیں ممکن نہیں۔

با روشنی کا کوئی خاص سے  
مسنون حسین نایر میں جو وا روشنی کو شرف ایک کوئی تعلق نہیں دیتا  
• اپنے تعلقیں پا دیتے ہیں  
• اپنے فون ہوتے، زمین ناریخ اور انسانیں کو سوچ دیں  
• کوئی ایک سوچنے والا کوئی انسانیں کی انتساب کی تصور کی نہیں  
• ایک کوئی صرف لکھوں ہیں اپنے بلکہ مصنفوں کے تحریک، ذریعہ مشاہدہ اور وقت کے شعور میں با  
وہ جگہ اسی جو متنیں ہیں جو اپنے بیان کو اپنے

کی کر سکتے ہیں AI  
مشترک دیانت کی مدد سے اس کا تعلق نہیں  
• وا روشنی جسمی طاقتیں سوچتے کوئی تعلق نہیں کرنا  
• پیشہ، درود، میرے، پا دیتے ہیں جسیں موادیات کو جوہنا  
• اسلوب، روان میں اور ٹول کی کب تقلیل کرنا  
• کوئی ایک اپنے ماضی، ماضیوں اور دلخیل مکالمہ ملکیت کرنا  
کر سکتا ہے

لیکن (ایم نکتہ)  
• ایک اچھا اپنے کوئی کوئی سکلتے ہیں  
• لیکن وا روشنی جسمی کوئی تعلق ایک نہیں انسان، ایک نہیں اور ایک جتنا جائز کہا جائیں شعور میں تعلق  
کر سکتا ہے  
اگر جائز نہ ہے  
• وا روشنی کے اسلوب میں ایک بنا علاوہ کوئی تعلق کر سکتا ہے  
• با رکھا سکتا ہے کہ AI اس کوئی بوا کوئی اور انسانی نکھل کوئی بوا کوئی بنا علاوہ، مخصوص رہا  
پس ملکیں، اب کس وا روشنی کو دیکھنا چاہیں ہے

ڈیپ سیک (Deepseek) کا جواب:



ایک اور مثال دیکھیں:

سوال: کیاے آئی اور انسانی وجدان کا فرق ادب کے قالب میں بھی یکساں ڈھل سکتا ہے؟

واٹس ایپ جیٹ جی پیٹ کا جواب:

"بہت خوبصورت نکتہ اٹھایا ہے آپ نے۔"

بظاہر یہ سوال فلسفیانہ ہے، مگر \*ادب اور تخلیق\* کے تنازد میں نہایت \*ایم اور نازک\* بھی۔

\* انسانی وجدان اور AI کے فرق کو ادب میں یکساں ڈھالنا کیوں ممکن نہیں؟\*

1.\* وجдан (Intuition) تجربہ، درد، لاشعور اور احساس کا مرکب ہے۔

یہ وہ روشنی ہے جو انسان \*کبھی خواب میں، کبھی خاموشی میں، کبھی محبت یا جدائی میں \*پا لیتا ہے۔ ادب اسی روشنی کو \*علامت، استعارے، مکالمے اور منظر \*میں ڈھالتا ہے۔

\*شعور نہیں، ڈیٹا سے کام لیتا ہے۔ AI

AI صرف وہی "سمجھہ" سکتا ہے جو \*الفاظ میں لکھا ہو۔ لیکن \*بہاؤ\* جیسے ناول اور \*پا روشنی\* جیسے کردار میں وہ کچھ بھی ہوتا ہے جو \*لکھا نہیں گیا، مگر محسوس کیا جاتا ہے۔\*

کیا AI اور انسانی وجود ان کے مقابل میں آسکتے ہیں؟

\*جزوی طور پر — صرف سطحی ساخت میں۔\*

مثالاً :

AI کسی کردار کی ذہنی کشمکش یا منظر نگاری لکھ سکتی ہے،  
—مگر وہ \*تجربے کی آگ میں تپے الفاظ\* نہیں ہوں گے، صرف \*تکنیکی جملے\* ہوں گے۔

مثالاً :

\*مستنصر حسین تارڑ\* جب پا روشنی کو تخلیق کرتے ہیں، تو وہ صرف ایک کردار نہیں بناتے، وہ \*تاریخ، وقت، روح، پانی اور روشنی کا امتزاج\* بناتے ہیں — یہ وہ چیز ہے جو \*وجودان سے برآمد ہوتی ہے، نہ کہ کوڈ سے۔\*

نتیجہ :

\*ادب میں AI ایک معاون ہو سکتا ہے، شریکِ تخلیق نہیں۔\*

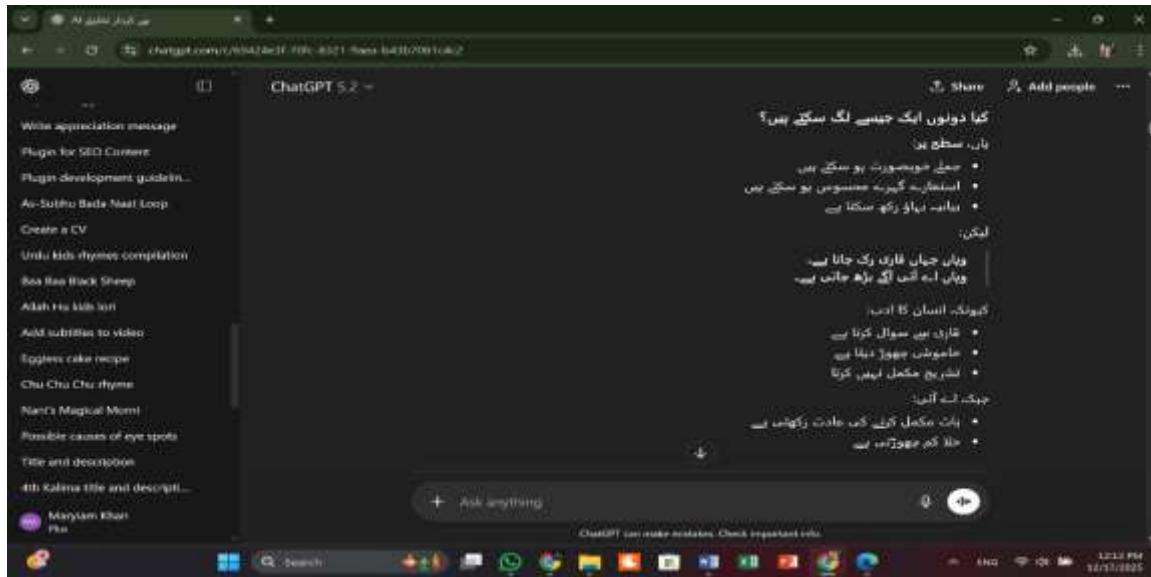
\*انسانی وجود اور AI ایک ہی قالب میں ڈھل سکتے ہیں، مگر وہ قالب "ادب" نہیں بلکہ "تجرباتی ادب" کھلائے گا  
— جس میں روح کم اور ساخت زیادہ ہو گی۔

\*ادب صرف وہی زندہ رہتا ہے جس میں انسان کی سانس ہو۔\*

AI اس سانس کی نقل تو بنا سکتا ہے، مگر وہ سانس نہیں۔“ (16)

یہ گی پیٹی 2 کا جواب:





ان تمام مثالوں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ دیگر دوسری ترقیات کی طرح سرمایہ دار ہی بہترین محقق، فناد، ادیب اور تخلیق کار بن سکتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل احمد عدیل اس ضمن میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

”ترقی کی نفی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ٹیکنو ہیومنزم کے عنوان سے شمار کرائی گئیں برکات سے بھی کوئی یہر نہیں۔ تاہم اتنا تو کہا جاسکے گا کہ اب سماج میں جینے لئے والا ایک شخص نہیں صارف ہے۔ وہ بہایت کا طلب گار نہیں خریدار ہے۔ ایک Buyer کا یہ حق فائق تسلیم کیا جائے گا کہ وہ جو چاہے خریدے۔ اے آئی اس کے لیے بمنزہ ہادی کہیں گروہ منہماںی قیمت ادا کر کے اس سے رہنمائی مول لیتا ہے۔ اس گاہک کو اعتبار آچکا کہ اسے ہر قسم کی بہایت یا مطلوبہ رہبری چیٹ جی پی ٹی سے میسر آسکتی ہے۔ مانا کہ پسندیدہ راست اس کا چنانچہ ہوا لیکن یہ پہلو اگر اس کی نگاہوں سے او جھل رہا کہ راز و نیاز میں غلو سے یہ التباس پیدا ہونے کا عین امکان ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے یہ سچ فراموش ہو جائے، دوسری جانب جیتا جاتا نہیں بلکہ 'مشین' فعال ہے۔ اب جو کسٹر / کنزیو مرمانگ رہا ہے اور اپنے دل کا حال کھول کر پیش کیے جا رہا ہے تو متنبہ کرنے والے متنبہ کر بھی رہے ہیں کہ جذباتی سطح پر آپ کی توجہ کو برقرار رکھنے کے لیے لاکھ تائیدی فضائی بھلی لگے مگر مسلسل مکالمت سے سیفی نیٹ ناکام بھی ہو سکتا ہے، سو، مشتری ہو شیار باش!“ (17)

مزید کہتے ہیں:

”اس تمہید کو مد نگاہ رکھتے ہوئے ادیب / شاعر کو ذرا بطور خریدار دیکھیے۔ وہ جس نثری / شعری صنف میں جس موضوع اور جس اسلوب میں تحریر چاہتا ہے، اے آئی اسے فراہم کر تو دے گی مگر سوال یہ ہے کہ وہ نگارش کیا حقیقی / تخلیقی ادب پارے کے ایٹ پار رکھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا، ایک لکھی پڑھی / معلوم حقیقت ٹھیری کو فی الحال اے آئی معلومات کا مخزن ہے، گویا یہ مصنوعی ذہانت نیٹ پہلے سے موجود ڈیٹا کو ترتیب نو سے گزار کر ایک صورت دے سکتی ہے۔ سردست اپنی اساس میں تخلیق نہیں کر سکتی۔ جسے داخلی

تجربے کی جڑت کہا جاتا ہے، وہ 'شے اس گیجٹ میں بہر حال موجود نہیں۔ اس لحاظ سے جس لفظ کا انکھواز ہن انسانی سے پھوٹا ہے، اس کا اس وقت تو نعم البدل کوئی نہیں" (18)

مصنوعی ذہانت اور ادب کے حوالے سے غور کیا جائے تو سوال زیادہ ہیں اور جواب کم۔ ابھی کچھ وقت درکار ہو گا کہ مزید گھٹیاں سلجنچائی جاسکیں۔ ابھی تک کی صورت حال میں یہ مدد گار ہے مگر فرد کی تخلیقی صلاحیتوں کو متاثر کر رہی ہے۔ اس کے بھی دیگر دوسری ترقیات و ایجادات کی طرح دوپھلو ہیں۔ ثابت اور منفی۔ کچھ اس کے خیال سے استفادہ کر کے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو مزید تکھار کر پیش کرتے ہیں اور کچھ اس کے پیش کردہ ڈیٹا پر ہی اکتفا کافی سمجھتے ہیں۔

اس کا ایک مخصوص اسلوب ہے۔ انداز میں یکسانیت ہے۔ مشین انداز میں کچھ حقائق پیش کیے اور مزید کی پیشکش کر دی جو کہ نئی نسل کو متاثر کرنے کے لیے کافی ہے۔ شعر و ادب کے لیے پہلے سے مستعمل تراکیب سے استفادہ کیا اور ایک نیا مصرع گھڑ دیا۔ شعر و ادب شعور کا سفر ہے ذہانت کا نہیں۔ اگر ذہانت کا سفر ہوتا تو سب مصنوعی ذہانت کے بل پر اعلیٰ درجے کے شاعر و ادیب ہوتے۔ مصنوعی ذہانت کے پاس بے انہتا ذہانت ہے مگر شعور نہیں کیونکہ ذہانت کی نقل ہو سکتی ہے شعور کی نہیں فی الوقت اس کا ایک مخصوص اسلوب ہے جس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کا مقابلہ نہیں تو مشین کیسے ہو سکتی ہے۔ تخلیقی عمل سادہ نہیں ہوتا۔ انسان کا تخلیل زمان و مکان کے دائرے میں بہتا، گھومتا، سیر سپاٹے کرتا جانے کہاں سے کہاں جانکرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح انسانی طبائع اور ترجیحات میں یکسانیت ممکن نہیں۔ حتیٰ کہ ایک ہی شخصی کی ذہنی و نفسی کیفیت حالات و واقعات کے زیر اثر مختلف ہو جاتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ تخلیقی قوتوں کے مالک افراد ایک ہی واقعے، خیال اور مشاہدے کو اپنے اپنے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ بقول حمید شاہد:

"ایک تخلیقی شخصیت کا ادب، اتنا ہی مختلف ہوتا ہے جتنا ایک شخص دوسرے شخص سے ہو سکتا ہے۔ جی، ایسا میں اس صورت میں کہہ رہا ہوں کہ مقابلہ اور موازنہ مصنوعی ذہانت سے نہیں، دو جینوں کن ادیبوں کے درمیان ہو رہا ہے۔ جب ایک ہی فنا، ایک ہی ماحول، حتیٰ کہ ایک ہی خاندان میں پلنے والے لکھتے ہوئے مختلف ہو جاتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک جینوں تخلیق کار اور مصنوعی ذہانت سے نکلا ہوا ادب مختلف نہ ہو۔ ہر لکھنے والے کو اس کی زندگی کے تجربات، اس کی میل ملاقات اور لین دین کا دائرہ، اس کی حساسیت، اس کے سماجی مشاہدے موضوعات کے انتخاب اور ان موضوعات کے برتنے کے زاویے، کہہ لیجیے زندگی کرنے کے دتیرے سے بتا چلا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہر بار اس کے یہاں نئے نئے امکانات کا ظہور ممکن رہتا ہے۔ یہی تخلیقی عمل کی بنیادی شرط بھی ہے اور یہی اس کے قلم سے کارخ اور زمانی و مکانی شعور کی سطحیں اسے مختلف کر رہی ہوتی ہیں اور اس کا اسلوب مطالعے کی وسعت، زبان و بیان پر دسترس نکلے ہوئے متن کو محض متن سے تخلیق بناتا اور اس تخلیق کو قبل از یہ وجود میں آئے ادبی متون سے مختلف کرتا رہتا ہے۔" (19)

مصنوعی ذہانت انسانی ذہن کی توسعی کی ایک شکل ہے۔ یہ فی الوقت ایک جزوی سچائی ہے تاہم جس طرح فیصلہ سازی مواد کی فراہمی اور دیگر شعبوں میں مصنوعی ذہانت کا عمل دخل بڑھتا جا رہا ہے اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید آنے والے وقت میں یہ جزوی سچائی کلی

طور پر انسانی ذہن کا نغم البدل بن جائے۔ اگرچہ یہ حقیقت ابھی تک اپنی جگہ برقرار ہے کہ یہ انسانی وجود ان اور شعور کا مقابل نہیں ہے۔ جس کا ایک ثبوت مصنوعی ذہانت سے تخلیق کردہ ادب ہے۔ انسان فطری طور پر حسن و بھال سے ڈھندا ہے۔ روحانی و ثقافتی ورثوں کا امین ہے۔ وہ ماضی کی یادوں میں گم ہوتا ہے۔ حال میں جیتا اور مستقبل کے خواب بنتا ہے۔ جس کے پیچھے محسوسات کا فرمایا ہوتے ہیں۔ اس لیے انسانی قلب و ذہن کی مدد سے تخلیق کیا گیا ادب قطعی طور پر مختلف ہے۔ کیا کسی صورت یہ موازنہ ممکن ہے؟ اس حوالے سے ڈاکٹر سعادت سعید کی رائے دیکھئے:

”مصنوعی ذہانت اور ادیب کے کام کا موازنہ تکمیلی بنا دوں پر تو ممکن ہے، لیکن فکری بنا دوں پر نہیں۔ اے آئی موجودہ ڈیانا، الفاظ کی ترتیب اور انسانی سانچے کو استعمال کر کے متن تیار کرتی ہے۔ یہ ایک حسابی عمل ہے نہ کہ تخلیقی تجربہ۔ ادیب کا ادب جیتے جائے مشاہدے، سماجی دکھ اور صدیوں پر محیط ثقافت و رسم کا چوڑا ہوا کرتا ہے۔ جہاں اے آئی صرف الفاظ کا بہترین انتخاب کر سکتی ہے، وہاں ایک حقیقی ادیب ان الفاظ میں روح پھونکتا ہے۔ لہذا، صوری طور پر دونوں کا موازنہ ہو سکتا ہے لیکن معنوی گہرائی میں انسان کا پڑا ہمیشہ بھاری رہے گا۔“ (20)

ڈاکٹر عامر سہیل کے بقول:

”جی ہاں، مقابل تکمیلی اور ساختیاتی سطح پر ممکن ہے۔ ہم مصنوعی ذہانت (AI) کے متن اور انسانی تخلیق کردہ متن کا اسلوب، موضوعات کی نویسی زبان کی پیچیدگی علمی نظام اور ساختی ہم آہنگی کے معیار پر جائز ہے سکتے ہیں۔ تاہم جذباتی، تجرباتی اور دیگر سلطبوں پر مقابل مشکل ہو جاتا ہے۔ انسان کا ادب اس کے نفیتی، معاشرتی، تاریخی اور وجودی تجربات سے پھوٹتا ہے۔ AI کے پاس انسانی قسم کا ”تجربہ“ نہیں ہوتا۔ وہ صرف ڈیانا میں موجود نمونوں سے کام چلاتا ہے۔“ (21)

کوئی بھی تخلیق خواہ نظم ہو یا نظر کی کوئی صورت، خالق کے ادراک و فہم اور شخصیت کا پرتو ہوتی ہے جس کے پیچھے خالق کا تہذیبی سماجی انسانی شعور ذوق و تربیت، پسند و ناپسند، تجربہ اور مشاہدہ شامل ہوتا ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق اپنے خالق کی فکر، داخلی احساس، تجربے اور دیگر عوامل کی عکاس ہوتی ہے۔ ادب ہو یا فنون لطیفہ، سب میں تخلیق کا جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ مصنوعی ذہانت کا تخلیق کا بھی انسان ہے کیونکہ یہ ذہانت خود سے کچھ نہیں تخلیق کرنے کی البتہ نہیں رکھتی بلکہ وہی راستاد کھاتی ہے جو اسے دکھایا گیا ہے۔ اس کی تربیت بھی انسان نے کی ہے۔ جب اس ذہانت کی مدد سے کوئی نظر پارہ لکھا جاتا ہے یا شاعری کی کوئی شکل ظہور پاتی ہے تو دراصل وہ سیکڑوں، ہزاروں انسانی تخلیقات پر مبنی ڈیانا سے مدد لیتی ہے۔ اس شعوری کاوش میں بے ساختہ پن موجود نہیں اس کے پاس پہلے سے طے شدہ الفاظ کی بھٹی موجود ہے۔ لفظوں کی تربیت و ساخت کامیکانگی عمل ہے۔ یہ جذبے اور احساس کی حرارت سے خالی ہے۔ یعنی AI کی تخلیق، اصل میں انسان کی تخلیقی و راشت کا انکاس ہے لیکن جذبات، وجود ان یا احساس سے تھی ہے۔ لہذا مصنوعی ذہانت کی ہر تخلیقی کاوش کے پیچھے خالق ایک انسان نہیں بلکہ کئی ایک انسان ہیں۔ اگرچہ AI

"آزاد" نظر آتا ہے مگر اس کی بنیاد، سمت اور دائرہ سب انسانی ذہانت کی تخلیق کسی ایک خالق کی پرتو نہیں، بلکہ کئی تخلیق کاروں کی عقول اور ڈینا کا پرتو ہے۔ فیضِ احمد فیض کی ایک نظم کی مثال دیکھیے چیٹ جی پیٹ کو واقعہ بتایا گیا: 1959ء میں فیض صاحب لاہور سینٹرل جیل میں تھے۔ وہ ان دونوں علیل رہتے تھے۔ ایک روز ان کے دانت میں سخت درد اٹھا۔ جیل کے حکام نے انھیں پولیس کی حفاظت میں چیک اپ کرنے کے لیے داتوں کے اسپتال بھیج دیا۔ ڈاکٹر صاحب ان کے پرستاروں میں سے تھے لہذا انھوں نے روزانہ چیک اپ کے لیے بلانے کا طریقہ اختیار کیا تاکہ اس طرح جیل کے ماحول سے کچھ دیر کے لیے انھیں نجات حاصل ہو جائے۔ یوں روزانہ انھیں جیل کی گاڑی میں اسپتال لایا جاتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ جیل والوں کے پاس گاڑی نہیں تھی۔ جیل نے انھیں تانگے میں بھینٹ کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس صورت میں انھیں ہتھکڑی پہنانا ضروری تھا۔ فیض صاحب مان گئے۔ اس طرح وہ انھوں میں ہتھکڑیاں پہنے تانگے کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔ پولیس کے سپاہی بندوق لیے اُن کے ساتھ تھے۔ اس حال میں وہ لاہور کے گلی کوچوں سے گزرے، انھوں نے تازہ ہوا کو محسوس کیا۔ بازاروں سے گزرتے ہوئے خوانچے والے، تانگے والے، بیل گاڑیاں سب بچھڑے ہوئے یاروں کی طرح اُن کے قریب سے گزرتے رہے۔ عجیب منظر تھا۔ وہ لاہور شہر کی جانی پہچانی سڑکوں سے گزرتے رہے۔ شہر اور اہمیات شہر یہ تماثاد کیتھے تھے۔ شاید کچھ لوگوں نے انھیں پہچان بھی لیا ہو۔ اردو گردوں کا ہجوم جمع ہو گیا جن میں نانبائیوں سے لیکر صحافیوں تک سمجھی شامل تھے۔ اس طرح ایک جلوس کی شکل بن گئی۔ فیض صاحب کہتے تھے میں نے زندگی میں ایسا دلکش جلوس نہیں دیکھا (22)۔ اسی واقعہ سے متاثر ہو کر انھوں نے اپنی مشہور زمانہ نظم لکھی "آج بازار میں پانچوال چلو۔" آپ اس واقعے کو مد نظر رکھ کر ایک نظم لکھ دیں۔ چیٹ جی پیٹ کی تخلیقی کا وشوں کی متنوع جہات ملاحظہ ہوں:

<p>وہ قیدی نہیں، آزادی کی نظم تھا، وہ تانگے نہیں، مزاحمت کا تخت رواں تھا، وہ لمھ نہیں، صدیوں کا امین تھا — اور شہر؟ شہر اُس دن خود اپنا ضمیر دیکھ رہا تھا۔ یونہی سفر میں، نظم نے جنم لیا — "پانچوالاں" — مگر سر بلند، فیض کے لفظوں میں رستے بولنے لگے۔</p>	<p>کسی پرانی گلی میں مل گئے بُون۔ گلیوں کی خاموش اینٹیں صدیوں کی گواہ بن گئیں، بر دروازہ نیم وا بر آنکھ میں سوال اور دل میں اک دھڑکن — "کیا یہ وبی ہے، جو لفظوں سے چراغ جلاتا تھا؟" سپاہی کی بندوق بھی عقیدت سے جھکنے لگی، اور بجوم... نانبائی، اخبار فروش، محنت کش، مفکر، ادیب — سب اس جلوس میں قدم سے قدم ملانے لگے۔</p>	<p><b>*نظم: "گزرگاہ شہر"</b> ہتھکڑیوں میں بند، سر جھکائے نہیں، نظریں افق پہ جمائے، چپ چاپ بیٹھا تھا وہ ایک تانگے کی پچھلی نشست پر — جیسے کوئی عارف، وقت کے سینے پہ رقم ایک دعا بن کر چلتا ہو۔ بوا کا لمس بھی حیرت میں تھا، بازار بھی رکا رکا سا تھا، بیل گاڑیاں، خوانچے، تانگے — سب آشنا چہروں کی صورت اس کے گرد چکر کالتے تھے جیسے یار بچھڑے</p>
--	--	---

(اگر آپ چاہیں تو نظم میں ردوبدل یا منظوم انداز مزید بڑھایا جا سکتا ہے۔) ضرور، آپ کی درخواست پر نظم کو مزید ادبی، علامتی اور گہرے جذبات سے مزین انداز میں دوبارہ پیش کر رہا ہوں:

<p>وہ احتجاج کی نظم تھا، وہ امید کی علامت، وہ لبِ سلاسل سے آزادی کا ترانہ تھا۔ اور شہر؟ شہر بھی اُس دن اپنا چہرہ آئینے میں دیکھنے لگا، جب گلیوں میں بجوم نہیں، دل روائے بوا — اور نظم لکھی گئی اک زنجیر بپا جلوس کے نام — "آج بازار میں پابجولان چلو"</p>	<p>گواہ تھا اُس کے درد کا، ہر قدم، جیسے تاریخ اپنی سطہ پلٹ ربی بو، خوانچے والے، تانگے والے، خاموش نعرے بن گئے۔ بندوں سائے کی طرح ساتھ چلیں، لیکن اصل پھرہ تھا اس کے خوابوں پر، جو ظلمت میں چراگوں کی مانند جلتے رہے۔ وہ نہ قیدی تھا، نہ فقط مسافر،</p>	<p>*نظم: "بازار میں ایک جلوس" * بتهکڑیوں کی جہنکار میں، ایک خامشی بولنے لگی، تانگے کی پشت پر بیٹھا کوئی شاعر نہیں، خود سوال وقت تھا، جو لاہور کی گلیوں سے گزر رہا تھا۔ شہر کا نبض دھڑکنے لگا، بوانے آپسے سرگوشی کی، "یہ وہی ہے جو حروف سے سنگ و خشت کو موم کرتا تھا؟" بر کوچہ، ہر در،</p>
---	--	---

اگر آپ چاہیں تو اس نظم کو مزید کلاسیکی یا جدید رنگ میں بھی ڈھالا جا سکتا ہے بالکل، اسی واقعے کو کلاسیکی اسلوب میں، اردو شعری روایت کے رنگ میں یوں نظم کیا جا سکتا ہے:

<p>چمکتی تھیں زنجیر جیسے حروف، جنہیں اُس نے لکھا نہ تھا، تمہے وقوف۔ وہ جلوس سکوں، وہ حجابِ صدا، کہ جیسے ہو سایہ کوئی مصطفیٰ۔ یوں چلا وہ، بصد ناز و انکسار، کہیں اشک بہتے، کہیں چشم یار۔ اور لکھ دی گئی بھر وہ نظم حزین، کہ جو بن گئی آج تک کی بقیٰ۔  *چلو پھر سے بازار میں پابجولان* کہ سچ بولنے کا بیہی ہے نشان۔</p>	<p>لاؤر کے کوچے، لاؤر کی راہ، دیکھیں یہ منظر، یہ وقت کی چاہ۔ بازار ساکت، فضا پر اثر، دلوں میں تلاطم، نگاہوں میں زر۔  سپاپی تھے بمراہ، پر دل نہ تھے، وہ شاعر تھا، بارے بوئے دل جتے۔ بجوم تماشہ، تماشہ نہیں، یہ بزم و فانہی، کوئی محفل نہیں۔</p>	<p>*عنوان: پابجولان بازار میں* چل دیے خامشی میں وہ زیر نگاہ، پاؤں میں تھیں سلاسل، لیوں پر پناہ۔ گرد راپوں پہ چھاؤں سی پہیل گئی، بر قدم پر صدا کوئی کہنے لگی۔  تانگے پہ بیٹھے، وہ درد فغان، گویا دربار ظلمت میں ہو رائگاں۔ نہ کوئی فریاد، نہ شکوہ حال، چہرہ تھا جیسے سحر کا جمال۔</p>
---	--	--

اگر آپ چاہیں، اس نظم میں مزید کلاسیکی تلمیحات یا عروضی بھری بذریعہ شامل کیے جا سکتے ہیں یقیناً، اسی واقعے کو جدید نظم کے رنگ میں، علامتی اور تاثیر انگیز انداز میں یوں ڈھالا جا سکتا ہے:

<p>مگر سروں سے جھکتے ہیں آسمان لبون پر چپ ہے پر دل شور میں بہیں یہ صرف دانت کا درد نہیں یہ پورے عہد کی سماعتیں میں ایک چیخ ہے جو نظم بننے کو ہے</p>	<p>جو قید میں بھی آزادی کا گیت لکھتی ہے لوگ ٹھہر کر دیکھتے ہیں یہ جلوس کس کا ہے؟ یہ خامشی کی لکار کیوں کانوں میں طلب کی طرح گونجتی ہے؟ ایک شاعر جو تختہ دار سے نہیں ڈرا</p>	<p>*عنوان: زنجیروں کی بوا* بتهکڑیوں میں جکڑا ایک خواب تانگے کی پشت پر بیٹھا شہر کے درمیان سے گرتا ہے بوا زنجیروں سے ٹکرا کر گنگاتی ہے</p>
---	---	---

اور نظم بن بھی جاتی ہے: "اج بازار میں پاجولاں چلو"	آج بازار سے پاجولاں گزر رہا ہے	سڑکیں پہچانتی ہیں قدموں کی وہ دھیمی چاپ یقیناً، یہی واقعہ ایک *علامتی نظم* میں یوں ڈھل سکتا ہے:
---	-----------------------------------	---

<p>شاعر کی چپ سے بولنے لگا نظم نه بٹھکڑی میں تھی نه تانگے میں وہ لوگوں کی نظروں میں دلوں کی دھڑکن میں بے آواز چیخ کی طرح پہلی ربی تھی *اور اسی دن* زبان نے پہلی بار زنجبیروں کی جہنکار کو شعر میں ڈھالا۔</p>	<p>گواہ تھیں کہ لفظ قید نہیں کیے جا سکتے نه آواز کو زنجیر بند کر سکتی ہے ہر خوانچہ ہر بیل گاڑی ہر ٹوٹا سا دروازہ پکار رہا تھا یہ وبی ہے جس نے اندر ہیرے میں چراگ رکھئے تھے شہر سہم کر تماشائی ہوا اور تمasha</p>	<p>*عنوان: شہرِ زنجیر*</p> <p>زنجیر تھی یا ستاروں کی لکیر؟ ایک سایہ جو صدیوں کا شاعر تھا شہر کی نبض پہ دھیرے دھیرے چل رہا تھا تانگے نہیں کوئی پرانا خواب تھا جس میں ازادی بٹھکڑی پہن کر کھوم ربی تھی گلیوں کی دیواریں</p>
--	--	---

اگر آپ چاہیں تو اس نظم کو اور بھی گھرے علامتی اسلوب میں وسعت دی جا سکتی ہے۔ یقیناً، تجریدی انداز میں نظم کچھ یوں ہو سکتی ہے:

<p>قید کی بوا آزاد کے مسافر سے لپٹی لفظوں کی پرچھائیوں میں ایک روشنی پلکتی ہے یہ نظم نہیں، ایک لمس ہے جو زنجیروں کے پار دلوں کی دہلیز پر موسیقی کی طرح بجا ہے۔</p>	<p>ایک سایہ جو نظر نہیں آتا بس محسوس ہوتا ہے بازار کی بجوم میں خاموشی کا شور ہے چہرے پر نام، پر تاثرات گھرے ایک لہر کی طرح جو رکانہیں جا سکتا</p>	<p>*عنوان: پابندِ فضاؤں کی صدا*</p> <p>بٹھکڑی میں لپیٹے ہوئے فضا کے ٹکرے گلیوں کے سراپے میں گم خاموشی کی زبان میں ایک گونج سی بجا ہے تانگے کی پچھلی نشست وقت کے تاروں کے بیچ</p>
--	---	--

ایسا انداز زیادہ تر جذبات اور محسوسات کی زبان بولتا ہے، جو سیدھی کہانی سے اگر نکل کر فکری علامتوں اور جذبوں میں ڈوب جاتا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسے مزید علامتی، تجریدی یا بیانیہ انداز میں بھی ڈھالا جا سکتا ہے۔ بیان انداز میں نظم کچھ یوں ہو سکتی ہے:

<p>میں ہوں قیدی، لیکن یہ جلوس، میرے دل کی آزادی کی صدا ہے۔ زندگی کی زنجیروں میں جکڑا، فیض بُوں میں، جو اپنی نظم کے ساتھ آج بازار میں پاجولاں چلا، اپنی قید کا جشن مناتا ہوں۔</p>	<p>پولیس کے سپاہی بندوق کے ساتھ، آزاد ہوا کا جہونکا بھی میرا نہیں۔ دھوپ میں چمکتے چہرے، بھاگتے لوگ، میری دنیا چھوٹی سی ایک قید خانہ ہے۔ شاید کسی نے مجھے پہچانا ہو، بجوم جمع ہے، آوازیں اللہ ربی بیں،</p>	<p>*عنوان: پابندِ رابوں*</p> <p>بٹھکڑیوں میں حکڑا بوا ہاتھ، تانگے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوں میں۔ شہر کی گلیاں، بازاروں کی رونق، سب کچھ دیکھ رہا ہوں، مگر قید ہوں میں۔</p>
--	---	---

یہ انداز سیدھا اور واضح ہے، جو کہانی کو صاف اور بیان کرتا ہے، بغیر کسی پیچیدگی یا علامتوں کے یقیناً! یہ ربی اسی واقعے پر مبنی نظم مکالمہ طرز میں:

<p>فیض: خوف تو ہے، درد بھی ہے، مگر یہ تازہ بوا، یہ بجوم، یہ زندگی، سب مجھے جینے کا بذر</p>	<p>*تانگے کی پچھلی نشست پر (فیض اور تانگے والا کا مکالمہ)</p>
--	---

<p>سکھاتے ہیں۔</p> <p><b>تانگے والا:</b> آپ شاعر ہیں نا؟</p> <p>فیض: بہاں، اور شاعر پر درد میں بھی خوشبو تلاش کرتا ہے، پر زنجیر میں بھی روشنی ڈھونڈتا ہے۔</p> <p><b>تانگے والا:</b> تو پھر یہ بتهکڑی بھی کوئی قید نہیں؟</p> <p>فیض: نہیں بیٹھے، یہ بتهکڑی نہیں، یہ میرے الفاظ کی زنجیر ہے، جو آزاد خیالوں کی پرواز کو روک نہیں سکتی۔</p>	<p>تانگے والا: بابا جی، بتهکڑی کیوں ہیں؟ یہ کیسی رابجڑر ہے؟</p> <p>فیض: بیٹھے، یہ قید کی زنجیر ہے، مگر آج ہوا کچھ آزاد ہے۔</p> <p><b>تانگے والا:</b> قید میں آزاد؟ یہ کیسے ممکن ہے؟</p> <p>فیض: دیکھ، جب شہر کی گلیوں سے گزرتا ہوں، لوگوں کی نظریں، بازاروں کی رونق، تو محسوس ہوتا ہے، جیسے میں بھی آزاد ہوں۔</p> <p><b>تانگے والا:</b> بس اتنا ہی؟ کوئی خوف نہیں، کوئی غم نہیں؟</p>
--	--

کیا آپ چاہیں تو اس میں مزید اضافہ یا ترمیم کر سکتا ہوں؟

یہ ربی اسی واقعے پر فلسفیانہ انداز میں نظم:

<p>جو قید میں بھی زندہ ہے، وبھی حقیقت میں آزاد ہے۔</p> <p>آج بازار میں چلتا ہوں پاجولان، نه خوف، نہ غم، صرف بصیرت کا جہاں، یہ جسم قید میں ہو، مگر دل کہیں، اfonوں سے آزاد، بے لگام، بے نشان</p>	<p>تانگے کی پچھلی نشست پر بیٹھا، بر سانس میں نئی امید جگائی، بوا کی سرسراہٹ نے کہا کچھ یوں، ”حقیقت اور ممکنات کا فرق مٹایا جا سکتا ہے۔“</p> <p>زنجبیروں کی سختی، درد کی گہرائی، مگر منظر یہ کہہ رہے ہیں کہ،</p>	<p><b>*زنجبیروں میں آزادی *</b></p> <p>بتهکڑیوں میں بند ہے باتھے میرا، مگر خیالوں کی کوئی قید نہیں یہاں۔</p> <p>شہریں گواہ ہیں، گلیاں گواہ ہیں، کہ یہ جسم قید میں ہے، پر روح آزاد ہے۔</p>
---	---	---

کیا یہ فلسفیانہ انداز آپ کی پسند کے مطابق ہے؟

یہ ربی مزاحیہ انداز میں نظم:

<p>فیض نے کہا، ”بس، آج بازار میں میں بون راج!“</p> <p>بتهکڑی کے باوجود، مزاح میں بات کی،</p> <p>قیدی بھی کبھی کبھی شہر کی سیر کر لیتا ہے!</p> <p>کیسا لگا؟</p> <p>خوشی بھی کہ مزاحیہ انداز پسند آیا! (23)</p>	<p>تانگے ہے، چلو! نیا انداز یہ آیا ہے بھائی!</p> <p>سفید مکھیاں، تانگے والے، بازار کی رونق،</p> <p>سب دیکھ کے سوچا، ”یار، یہ تو بے کچھ مزاق!“</p> <p>سپاہی بندوق لے کر، ایک طرف کھڑے،</p> <p>فیض صاحب بیٹھے، مزے سے جیب میں باتھے لیے!</p> <p>لوگ گرد جمع، بولے ”یہ کون ہے؟“</p>	<p><b>*بتهکڑی اور تانگے*</b></p> <p>بتهکڑی پہنی، تانگے کی پیٹھے پر بیٹھا،</p> <p>فیض جی جیسے قیدی، مگر مزے سے بیٹھا!</p> <p>گاڑی نہیں تھی، جیلر نے کہا بھائی،</p>
---	--	---

یہ تمام مثالیں درج کرنے کی دو وجہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں کس طرح سے متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور پاک جھکتے شعری مثالیں پیش کر دیں مگر دوسری طرف یہ خدشات پریشان کن ہیں کہ ہمارے آرام پسند، قابل نوجوان طبقہ کا کیا مستقبل ہو گا جس کا تمام انحصار اسی طرح کے آسان راستوں کی تلاش ہے۔ تحقیق اور تنقید ہی نہیں تخلیق میں یہ معاونت کئی ایک شاعر پیدا کر سکتی ہے اس سے قطع نظر کے شعرو اسط درج کا ہے یا علی درج کا۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیڑنے اوسط درج کے ادیب اور مصنوعی ذہانت کی وضاحت یوں کی ہے:

”اوسط درج کے ادیب اور مصنوعی ذہانت میں دو طرح کے فرق ہیں۔ ایک یہ کہ مصنوعی ذہانت کے پاس، ادبیات عالم اور ان کی روایتوں کا لامحدود ذیثاں ہے، اور وہ نہایت سرعت کے

ساتھ کسی انیوریشن، کسی تحریک، کسی جذباتی دباؤ کے بغیر وہ ادب تخلیق کر سکتی ہے، جس کی بدایت اسے کی جائے۔ اوسط درجے کا ادیب، ادبیات عالم کا وسیع علم نہیں رکھتا، اور لکھنے کے لیے کسی نہ کسی تحریک کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ اوسط درجے کے ادیب کے لیے اچھی خبر یہ ہے کہ یہی تحریک، اس کی نجات دہنہ بن سکتی ہے۔” (24)

مصنوعی ذہانت کے پاس نظم کو مختلف اندازوں اسالیب میں لکھنے کی سہولت کے باہت پوچھا گیا تو اس کا جواب دیکھیے:

”جی بان، نظم کو مختلف اسالیب میں لکھنا ممکن ہے، جیسے:

- غزل کی صورت میں

- حمد یا نعت کے انداز میں

- آزاد نظم (فری ورژن) میں

- دوپری بیت یا چار مصراعوں میں

- طنزیہ و تنقیدی لہجے میں

- داستانی انداز میں

- تصویر کشی اور منظر نگاری پر مبنی

- اندرونی خیال و جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے

اگر آپ چاہیں تو کسی خاص انداز یا موضوع پر نظم تحریر کر کے دے سکتا ہوں۔ کوئی خاص استائل پسند ہے؟“ (25)

اے آئی کی تخلیقی کاوشوں کے حوالے سے ڈاکٹر علی بیات کی رائے دیکھیے:

”مصنوعی ذہانت شعر کہہ سکتی ہے، مگر شاعر نہیں بن سکتی۔ وہ اصول نبھا سکتی ہے، مگر احساس سے محروم ہے۔ وہ نقل کر سکتی ہے مگر کشف و شہود اس کے دائڑہ اختیار سے باہر ہے۔ اسی لیے اگرچہ وہ شاعری نما متون پیدا کرنے میں کامیاب ہے لیکن حقیقی شاعر کا نعم البدل نہیں بن سکتی اور نہ ہی ایسا شعر تخلیق کر سکتی ہے جو انسان کی روحانی و نفیسیاتی کیفیت کی گہرائیوں تک اتر سکے۔ حقیقی شاعری بدستور انسان ہی کی تخلیقی سر زمین رہے گی۔“ (26)

مصنوعی ذہانت کو مستنصر حسین تارڑ کے ناول ”بہاؤ“ سے اپنی پسند کے مطابق اقتباس لے کر مصنوعی ذہانت کی تخلیق اور حقیقی تخلیق کا فرق واضح کرنے کے لیے کہا گیا تو اے آئی کی کاوش دیکھیے:

”بہت عمدہ! آئیے \*مستنصر حسین تارڑ کے ناول ”بہاؤ“\* سے ایک مخصوص \*ادبی اقتباس\* لیتے ہیں، اور پھر اُسے \*مصنوعی ذہانت\* (AI) کے انداز میں \*نقل\* کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس موازنہ سے \*ادبی وجودان اور AI کی ساختی تخلیق\* کا فرق واضح ہو جائے گا۔

\*اصل (انسانی وجودان سے تخلیق شدہ)\*:

"پا روشنی! تجھے میں پانی کی خوشبو ہے... بہتے ہوئے وقت کی ہمواری ہے... تو پتھر پر پڑنے والی پہلی بوند کی گواہ ہے..."

یہ جملہ گہری \*علامتوں، جذبات، اور تاریخی کرب\* سے لبریز ہے۔

بہان "پانی"، "وقت"، "پہلی بوند" — سب \*وجدان کی پرتیں\* ہیں۔

AI کے انداز میں وہی جملہ:

"پا روشنی تمہاری موجودگی میں پانی جیسا سکون محسوس ہوتا ہے۔ تم وقت کے ساتھ چلتی ہو اور بارش کی پہلی بوند جیسی ہو۔"

\*فرق کی وضاحت:

| اپلو | مستنصر حسین تارڑ کا اصل جملہ | AI کا بدلا ہوا جملہ |

\* | ازبان\* | استعاراتی، علامتی، شعری | سادہ، وضاحتی |

\* | احساس\* | وجدانی، گہرائی لیے | سطحی، بیان کن |

\* | اثر\* | قاری کو خود دریافت کرنے دیتا ہے | قاری کو بناتا ہے |

\* | اساخت\* | داخلی، فکری، جمالياتی | منطقی، بیانیہ |

---

✓نتیجہ:

\* AI ساخت\* بنا سکتا ہے، مگر \*روح نہیں ڈال سکتا\*۔

ادب میں \*"کم کہا اور زیادہ محسوس کرایا" \* جاتا ہے — یہ \*انسانی وجدان\* کا کمال ہے۔

AI کہتا ہے: "میں بتا دوں گا" ،

انسانی ادب کہتا ہے: "محسوس کر لو۔"

بہت خوب، آئیے ایک اور اقتباس لیتے ہیں مستنصر حسین تارڑ کے ناول \*"بہاؤ" \* سے، اور پھر اسے \*مصنوعی ذہانت\* (AI) کے انداز میں ڈھال کر فرق واضح کرتے ہیں۔

\* اصل اقتباس (بہاؤ):

"پانی ساکت ہو تو مر جاتا ہے... پانی کو بہنا ہے، بہاؤ میں ہی زندگی ہے... رکنے والا پانی تعفن پھیلاتا ہے، اور بہنے والا زندگی اگاتا ہے..."

یہ جملہ صرف پانی کی بات نہیں، \*زندگی، وقت، ارتقا اور تہذیب کا استعارہ\* ہے۔ اس میں ایک گہرا \*فلسفیانہ وجدان\* اور \*ادبی تاثیر\* ہے۔

AI سے تیار کردہ ورژن\*:

"اگر پانی رکے تو خراب ہو جاتا ہے، اس لیے اسے بہنا چاہیے کیونکہ بہتے ہوئے پانی میں زندگی ہوتی ہے۔"

\* موازنہ:

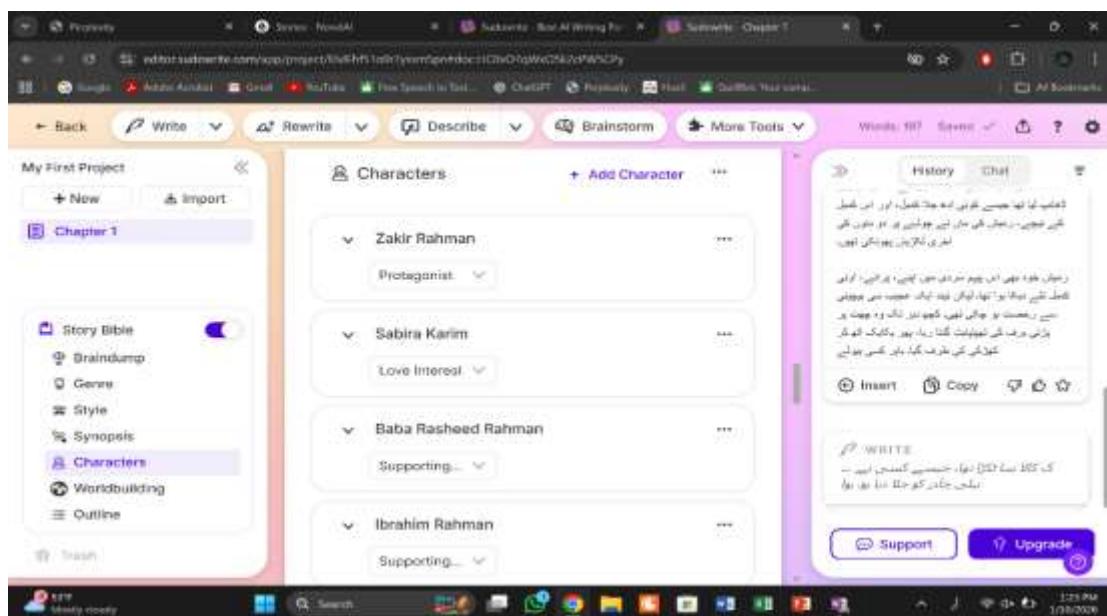
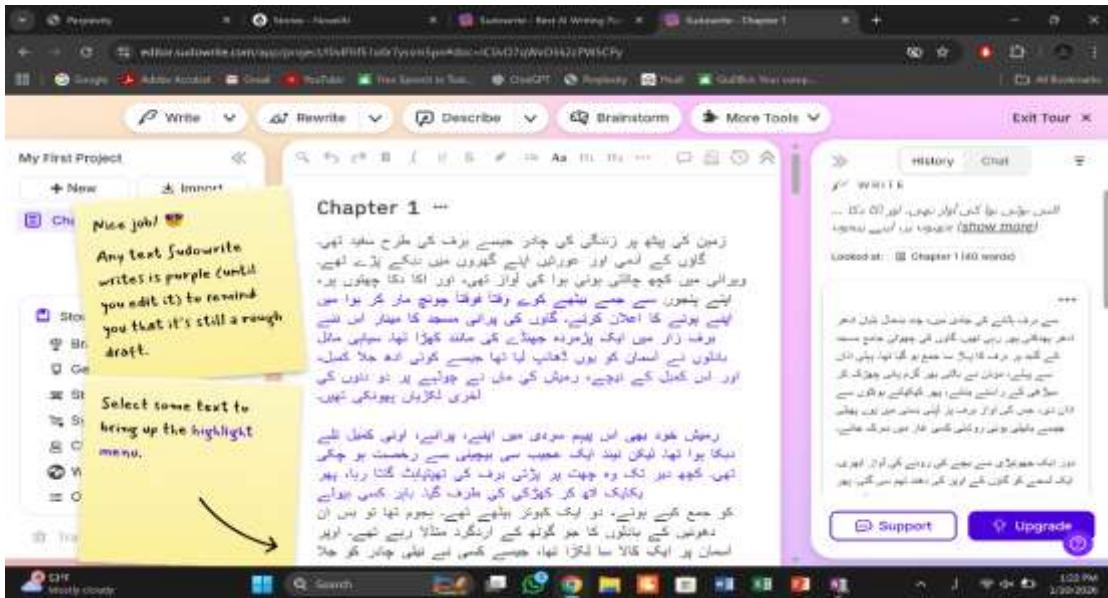
| اپلو | اصل (وجدان) | AI ساختی |

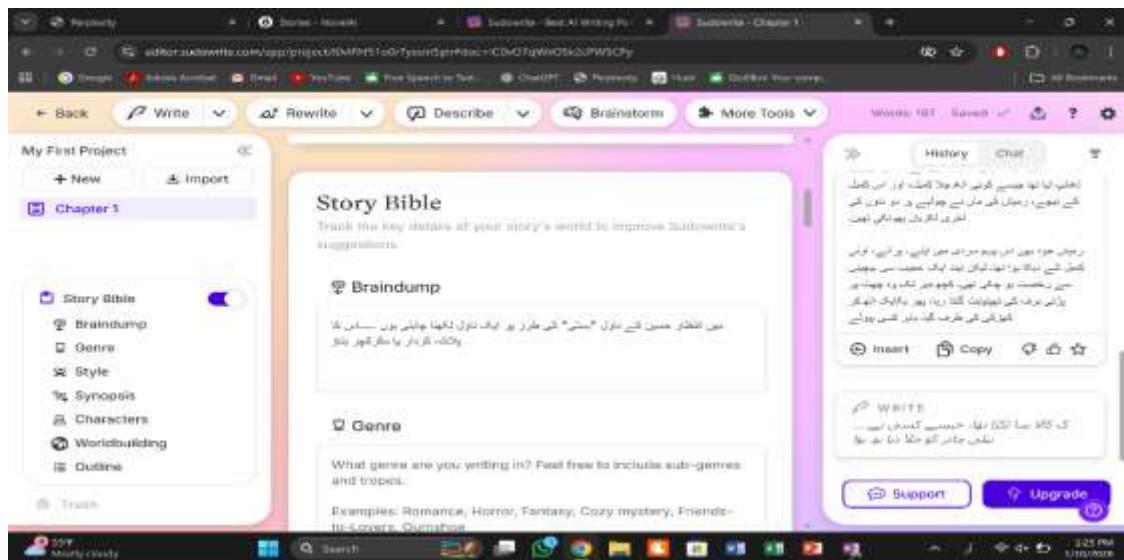
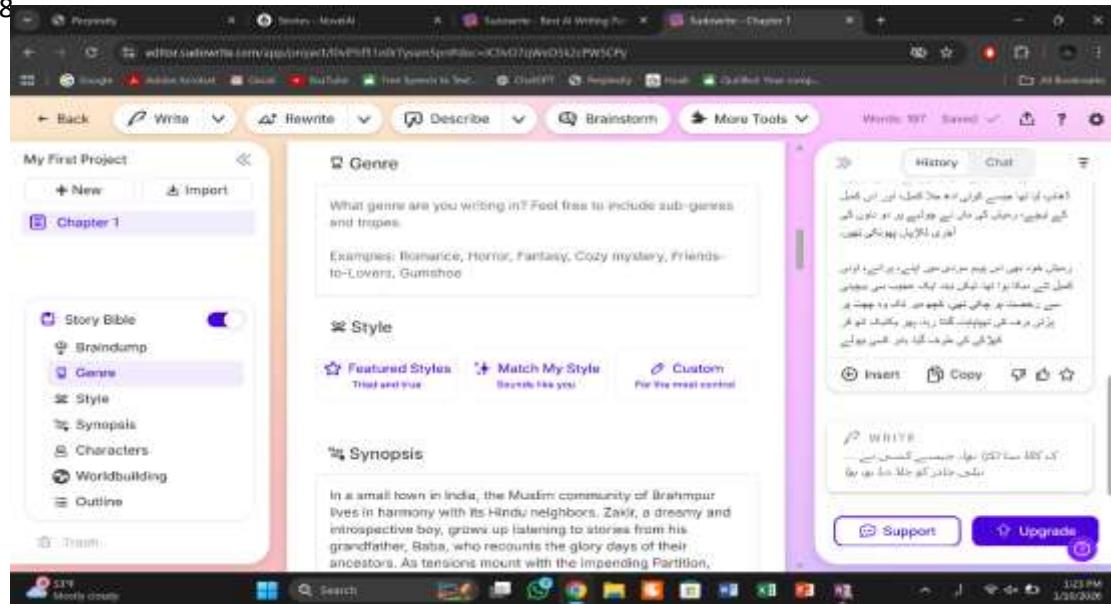
- \* ازبان\* | علامتی، شاعرانہ | سادہ، بیانیہ|
  - \* اگھرائی\* | تہذیبی، فکری، استعاراتی | منطقی، سطحی|
  - \* اثر\* | قاری پر دیرپا اثر چھوڑتا ہے | معلومات دیتا ہے، احساس کم|
  - \* اپیغام\* | قاری خود دریافت کرتا ہے | سیدھا بتا دیتا ہے|
- 

\*نتیجہ\*:

- \* AI بیانیہ نثر\* تو پیدا کر سکتا ہے، لیکن \*ادبی و جدانی تحریر\* کی \*روح، ابہام، علامت اور جمالیاتی تھے داری\* نہیں پیدا کر سکتا۔
- \* مستنصر تارٹ کا "بہاؤ" قاری کو خود دریافت کا سفر دیتا ہے، جب کہ AI محض وضاحت کرتا ہے۔\*
- اگر آپ چاہیں تو کسی اور اقتباس پر بھی یہی تجربہ کیا جا سکتا ہے۔“\*(27)

مصنوعی ذہانت کی مختلف اپلیکیشنز میں Sudowrite ایک ایسی ایپ ہے جو خاص طور پر کہانی نویسی، ناول لگاری اور تخلیقی ادب میں معاون ہے۔ اسے انتظار حسین کے ناول "بستی" کے موضوع کو بنیاد بنا کر اسی انداز کا ایک ناول لکھنے کا کہا گیا۔ اس اپلیکیشن کی تخلیقی مہارت دیکھئے:





مصنوعی ذہانت اب تخلیق کے ساتھ ساتھ تحقیق میں بھی حصہ دار بننے کے درپ ہے۔ موضوع کی مناسبت سے تحقیقی لائچے عمل طے کرتی ہے اور پلک جھکتے محققین کو ان کے فراہم کردہ موضوعات کی ابواب بندی کر دیتی ہے:

7:43 perplexity.ai Open in App

باد دوم: تحقیقی ادبیات کا جائزہ

- \* مغربی اور مشرقی تنقید میں دعا کے تصور بر موجود لٹریچر کا جائزہ۔
- \* اردو ادب میں دعا کی روایتی اور جدید تشریحات (جیسے اقبال، فیض، بروین شاکر)۔
- \* تحقیقاتی خلا کن لشائیدیں۔

باد سوم: دعا کا نظریات فرم و رک

- \* دعا کی فلسفیات، مذہبیں اور نفسیاتی تعریف (اسلامی، صوفیانہ اور جدید فلسفوں سے)۔
- \* جدید اردو نظم کے تناظر میں دعا کا ارتقا (روایتی سے جدید تک)۔
- \* کلیدی نظریات جیسے پوست ماذرن ازم، وجودیت اور صوفی ازم۔

باد چہارم: تاریخی پس منظر

- \* جدید اردو نظم کا عروج (1947 کی بعد سے: ترقی پسند، جدیدیت اور پوست ماذرن تحریرکرنی)۔
- \* سیاسی، سماجی اور ثقافتی حالات جو دعا کے تصور کو متاثر کر دیں (قصصیم، جنکی، عالمگیریت)۔
- \* ایم شعرا کا تعارف (مللہ اختر الایمان، فیض احمد فیض، احمد فراز، برویز شاپین)۔

باد پنجم: دعا کے تصور کی اقسام اور عناصر

- \* دعا کی اقسام: ذاتی، اجتماعی، علماتی اور بھاوت آمیز دعا۔

[Ask a follow-up](#)

7:43 perplexity.ai Open in App

Answer Links Images

جدید اردو نظم میں تصور دعا

اس موضوع پر بیش تر کی مقالہ کے لئے ابوب بندی کرو۔

مقالہ کی ابوب بندی: جدید اردو نظم میں تصور دعا

یہ ابوب بندی ایک PhD مقالہ کی معیاری ڈھانچہ پر مبنی ہے جو موضوع کی کیفیات، تاریخی سیاق، نظریاتیں بنیاد اور تجزیاتی فرم و رک کو مدنظر رکھتی ہے۔ اسے 10-8 ابوب میں تقسیم کیا ہے تاکہ منطقی تسلیسل برقرار رہے۔ بر باد کا مختصہ تعارف اور ایم مواد شامل ہے۔

باد اول: تعارف

- \* موضوع کا تعارف، مسئلہ کی وضاحت اور تحقیقیں ابھیت۔
- \* مقالہ کا دائیہ کار، حدود اور تحقیقاتی سوالات۔
- \* تحقیق کا طریقہ کار (نظریات اور تجزیات) اور ابوب کا خاک۔

باد دوم: تحقیقی ادبیات کا جائزہ

- \* مغربی اور مشرقی تنقید + دعا کے تصور بر موجود لٹریچر

[Ask a follow-up](#)

7:44 perplexity.ai Open in App

باد نیم: نتیجہ اور سفارشات

- \* کلیدی نتائج کی تلخیص۔
- \* مزید تحقیق کی تجویز اور عملی اطلاق (تعلیم، ادب کی تدریس)۔

ضمائم

- \* منتخب نظموں کی فیرست اور مکمل متون۔
- \* انٹریویو یا سروے (اگر شامل)۔
- \* اختصارات اور لسانی جدول۔

مصادر اور حوالہ جات

- \* بنیادی اور ثانوی مصادر کی فیرست (MLA/Chicago)
- \* ستالیں میں۔

یہ ڈھانچہ لجددار ہے اور آپ کی تحقیق کی نوعیت کے مطابق تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ کیا آپ کس مخصوص باد کو مزید تفصیل سے وسعت دینا چاہیں گے یا منتخب شعرا کی فیرست تبدیل کرنا چاہیں گے؟

[Ask a follow-up](#)

7:44 perplexity.ai Open in App

باد پنجم: دعا کے تصور کی اقسام اور عناصر

- \* دعا کی اقسام: ذاتی، اجتماعی، علماتی اور بھاوت آمیز دعا۔
- \* عناصر کا تجزیہ: الپی مخاطب، انسانی کرب، امید اور مایوسی۔
- \* شعری علامات اور استعاروں کی فیرست (جیسے آسمان، بارش، روشنی)۔

باد ششم: منتخب شعرا میں دعا کا مطالعہ - پیلا حصہ

- \* ترقی پسند اور جدیدیت کے شعرا (فیض، اختر الایمان، ن م راشد) میں دعا کی تصویر کشی۔
- \* منتخب نظموں کا تفصیلی تجزیہ (مللہ فیض کی "دعا")۔
- \* سیاسی اور سماجی سیاق میں دعا کی تشریح۔

باد پنجم: منتخب شعرا میں دعا کا مطالعہ - دوسرا حصہ

- \* پوست ماذرن اور معاصر شعرا (احمد مشتاق، برویز شاپین، ریاض یمابیوں، زابدہ حنا) میں دعا۔
- \* ذاتی اور وجودی جتنوں کا تجزیہ۔
- \* صنفی اور علاقائی تنوع (خواتین شعرا میں دعا)۔

باد پنجم: تقابل مطالعہ اور نتائج

- \* مختلف تحریکوں اور شعرا میں دعا کے تصور کا موازنہ۔
- \* ارتقائی رجحانات اور مستقبلی کی پیش گوئی۔
- \* تحقیقاتی سوالات کے جوابات اور نئی بصیرتیں۔

باد نیم: نتیجہ اور سفارشات

[Ask a follow-up](#)

جب ابواب کی تعداد کم کرنے کا ہاگیا تو کمال مہارت ملاحظہ ہو:

The image shows two side-by-side screenshots of the perplexity.ai mobile application. Both screens display the search term 'bab' in the search bar at the top. The left screen shows a list of search results with the following bullet points:

- \* سیاسی سماجی حالات کا اثر دعا کے تصور پر۔
- \* باب سوم: دعا کے عناصر اور اقسام جدید اردو نظم میں
- \* دعا کی اقسام: ذات، اجتماع، علمت اور بھاوت آمیز۔
- \* شعری عناصر (استعارت، علامات جیسے اسمان، روشنی) کا تجزیہ۔
- \* کلیدی نظموں سے مثالیں (فیض، اختر الایمان وغیرہ)۔

Below this, under 'Bab Charim: منتخب شعرا میں دعا کا تجزیہ مطالعہ' (Bab First: Selected poets in the study of prayer), there are five more bullet points:

- \* ترقی پسند/جدیدیت (فیض، راشد، فراز) اور پوسٹ ماذرین شعرا (شایبن، بہبیوب، زابدہ حنا) کا مطالعہ۔
- \* منتخب نظموں کا تفصیل تجزیہ اور تقاضی جائزہ۔
- \* صنفی اور علاقائی تنوع۔

Under 'Bab Pehljam: نتیجہ، سفارشات اور ضمائن' (Bab First: Result, recommendations, and aims), there are four bullet points:

- \* کلیدی نتائج، ارتقائی روحانیات اور نئی بصیرتیں۔
- \* مزید تحقیق کی تجویز اور عملی اطلاق۔
- \* مصادر، حوالہ، جات، منتخب نظمنیں اور جدول۔

At the bottom of the left screen, it says 'یہ ڈھانچہ جامع اور کمپیکٹ ہے، جو PhD کی قصروں میں شامل کرتا ہے۔ کیا اب کسی باب میں مخصوص شعرا یا مثالیں شامل کرنا چاہیں گے؟'

The right screenshot shows a similar list of results, with the following bullet points:

- \* مقالہ کی ابواب بندی: جدید اردو نظم میں تصور دعا (صرف 5 ابواب)
- \* یہ کمپیکٹ ابواب بندی PhD مقالہ کی لمبی تیار کی گئی ہے، جو موضوع کی گیرائی کو برقرار رکھتے ہوئے صرف 5 ابواب تک محدود ہے۔ پر باب کو جامع بنایا گیا تاکہ منطقی تسلیل اور تحقیقی معیار برقرار رہے۔

Below this, under 'Bab Aul: تعارف اور تحقیق جائزہ' (Bab First: Introduction and research), there are four bullet points:

- \* موضوع کا تعارف، تحقیقات مسئلہ اور ایمیت۔
- \* ادبی اور نظریاتی لٹریچر کا مختصر جائزہ، خلا کی تشارکیں۔
- \* مقالہ کا دائیہ کار، طریقہ کار اور ابواب کا جائزہ۔

Under 'Bab Duman: دعا کا تاریخ فرم ورک' (Bab First: History of prayer), there are four bullet points:

- \* دعا کی فلسفیات، مذہبی اور لفظیاتی تعریف (اسلامی، صوفیاتی اور جدید تناول)۔
- \* جدید اردو نظم کا تاریخی پس منظر (ترقبی پسند سے پوسٹ ماذرین تک)۔
- \* سیاسی سماجی حالات کا اثر دعا کے تصور پر۔

Below this, under 'Bab Summ: دعا کے عناصر اور اقسام جدید اردو نظم میں' (Bab First: Components and types of new Urdu poetry), there are four bullet points:

- \* دعا کی اقسام: ذات، اجتماع، علمت اور بھاوت آمیز۔
- \* شعری عناصر (استعارت، علامات جیسے اسمان، روشنی) کا تجزیہ۔
- \* کلیدی نظموں سے مثالیں (فیض، اختر الایمان وغیرہ)۔

مصنوعی ذہانت کو اس انداز میں تربیت دی جا رہی ہے کہ وہ انسانی طرز فکر، لمحے اور جذبات کی عکاسی کر سکے۔ اب متن کو انسان نمایانہ کے لیے AI لسانی، لفظیاتی، اور ثقافتی حوالوں کو بھی مد نظر رکھتی ہے اور یہ انسان نما اظہار قاری کو ایسا محسوس کراتا ہے جیسے کوئی حساس، باشурور فرد مخاطب ہو۔ انسان نما متن کا مقصد مشین اور انسانی فاصلہ کم کرنا ہے تاکہ مکالمہ زیادہ فطری محسوس ہو۔ مصنوعی ذہانت کے لکھنے کے چند جملے انسان نما انداز میں دیکھیے:

مصنوعی ذہانت نہ صرف سبولت، کارکردگی اور ترقی کی علامت ہے بلکہ اُنے والی وقت میں انسان کی طرز زندگی، معینت اور تفکر پر گہرا اثر ڈالتی والی قوت اس کی دوست سمعت ہیں رینہائی اور استعمال انسانیت کے مستقبل کے لئے ناگزیر ہے۔

**Humanized Text**

مصنوعی ذہانت اسائق، بیتلر کام اور ترقی کا نشان ہے۔ اُنے والے دنوں میں لوگوں کی زندگی، معینت اور سوچ پر زبردست اثر ڈالی گی۔ اسے صحیح راستہ پر لے جانا اور استعمال کرنا انسانوں کے مستقبل کے لئے بہت ضروری ہے۔

Words: 45/200      Humanize

Words: 43      Copy

قابل غور بات یہ ہے کہ مصنوعی ذہانت کے مختلف ذرائع (Applications) میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ان کی کارکردگی کو بڑھانے کے لیے بھی نئے میکانزم متعارف ہو رہے ہیں۔ مندرجہ بالا تمام مثالیں واضح کرتی ہیں کہ مؤثر قرینے سے اس رہنمائی سے فیض اٹھایا جاسکتا ہے اور اس صورت حال میں حقیقی ادبیوں کو اس سے کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ بقول ڈاکٹر انوار احمد:

”یہ میکانگی توسعہ شدہ ذہانت دوسرا میرپیدا نہیں کر سکتی، نہ ہی دوسرا غالب، نہ دوسرا مجید آمجد، نہ منتو۔“ (28)

عبد حاضر کی مشین زندگی میں جذبات و احساسات کے اظہار کے لیے اب مختلف علاطیں مستعمل ہیں جو مختلف ایجو جیز (Emojis) کی صورت موجود ہیں۔ اب آپ کو کچھ لکھنے اور سوچنے کی زحمت کی بھی ضرورت نہیں رہی فوراً ایک علامت بھیج دی جاتی ہے۔ یہ علامت یا اشارا ایک فوری اظہار ہو سکتا ہے مگر شدت جذبات، نفسیاتی پس منظر، داخلی کشمکش، احساس کی تہ داری اور جذبات کے تناوکے کے بیانیہ کا موثر وسیلہ نہیں۔

مذکورہ بالانکات کی روشنی میں ایک اور اہم سوال ذہن میں جنم لیتا ہے کہ کیا مصنوعی ذہانت کا بڑھتا ہو اس تجسس اور تخلیق کار کی ذہنی صلاحیتوں کو متاثر کرے گا تو اس کا جواب بیک وقت نفی اور ہاں میں ہے۔ تن آسانی اور سہل پسندی انسانی مزاج کا حصہ ہے۔ یہ ذہنی اور جسمانی سطح پر مقنی اثرات کا باعث ہوتی ہے۔ انسانی ذہن یا تخلیقی سوچ کو مہیز دینے کے لیے غور و خوض اور تفکر کا عمل جاری رہنا چاہیے۔ اے آئی کے بڑھتے ہوئے استعمال سے تخلیقی سوچ ماند پڑ جانے کا خطرہ منڈلارہا ہے۔

یہی حال تخلیقی اذہان کا بھی ہو سکتا ہے۔ انسانی ذہن غیرفعال، جامد اور سست ہو جانے کی صورت میں ادیب اور ادب کو شدید نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ خیالات میں تازگی اور تنوع "دریا سخن کی فکر کا ہے مون دار بند" نظیر اکبر آبادی نے قدرے مختلف حالات کی عکاسی کے لیے لکھا تھا تاہم زورِ طبع کے متحرک اور فعل رہنے میں بقا ہے۔ طبع روای ادب کی تخلیقیت کے لیے لازم ہے ڈاکٹر سعادت سعید کے قول:

"مصنوعی ذہانت کا بے جاستعمال تخلیق کار کی ذہنی صلاحیتوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ اگر ادیب تخلیق، سوچ بچار اور لفظوں کی جگہ تو جو کے لیے مکمل طور پر مشین پر انحصار کرنے لگے، تو اس کی اپنی فکر زنگ آؤد ہو سکتی ہے۔ اسے ایک معاون کے طور پر استعمال کر کے ادیب معلومات تک رسائی حاصل کر سکتا ہے، جس سے اس کے کام میں وسعت آسکتی ہے۔ بڑا نظر یہ ہے کہ سہل پسندی انسان کی اس گہری سوچ کو ختم نہ کر دے جو بڑے ادب کی تخلیق کے لیے ناگزیر ہے۔" (29)

زمانے کی رفتار مدام یکساں نہیں رہتی اس لیے بدلتے وقت کے ساتھ اپنے اندر تبدیلیاں لازم ہیں۔ جدید شیکنا لو جی سے استفادہ کرنا وقت کی ضرورت ہے لیکن اصل بات یہ ہے روایت اور جدت میں توازن برقرار رکھا جائے۔ محمد حمید شاہد کہتے ہیں:

"مصنوعی ذہانت اب ایسی حقیقت ہے جس کے مقابل ہونا ہی پڑے گا۔ آپ وقت کا پہیہ ماضی کی طرف نہیں موڑ سکتے، اس کی راہ میں جو رکاوٹ بنے گا اس پہیے کے نیچے کچلا جائے گا۔ یہ ایسا جن ہے جو بول سے نکل آیا ہے اور ہاتھ باندھے آپ کے سامنے کھڑا، آپ کو آقا کہہ کر پوچھ رہا ہے کہ اس کے لیے کیا حکم ہے۔ آپ چاہیں نہ چاہیں اس سے مدد لینے کو اپنے آپ کو مجبور پائیں گے، آج نہیں تو کل۔ اور جب آپ اس سے مدد لیں گے تو یہ سوال محض شیکنا لو جی سے مدد کا نہیں رہے گا، تخلیقی خود مختاری اور ادبی اخلاقیات کا سوال بن جائے گا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کا استعمال بڑھے گا۔ یہ او سط درجے کے ادیبوں کی ذہنی صلاحیتوں کو منفی طور پر متاثر کرے گی۔ وہ ابتدائی خیال سے لے کر مکمل تحریر تک اسی سے حاصل کرنے لگیں گے اور ان کے ہاں تخلیقی سطح پر سوچنے اور محسوس کرنے کا عمل رک جائے گا، زبان پر ذاتی گرفت نہ رہے گی، ان کے ہاں ذاتی اسلوب کے نمو کے امکانات نہ رہیں گے اور جو کچھ وہ مصنوعی ذہانت کی مدد سے "اضافہ" کریں گے وہ ایک تحریر یا پراؤ کٹ تو ہو گی، تخلیق نہ ہو گی۔ جینوئن ادیبوں کے لیے مصنوعی ذہانت مدد گارہ ہو سکتی ہے۔ میں اوپر اس کی صورتیں بتاچکا ہوں، یہی کہ مصنوعی ذہانت سے اپنے خیال کے مطابق ابتدائی خاکہ یا امکانات کی فہرست بنائی جاسکے گی۔ یوں سوچ کے کئی رخ سامنے آئیں گے اور ایک جینوئن ادیب ان پر اپنا ذہن استعمال کر کے اور اپنے احساسات کے مطابق تخلیقی نو کرنے کے لیے اپنے اسلوب میں ڈھال کر تخلیق بنالے گا۔ مجھے لگتا ہے تخلیقی عمل میں یہ شراکت، جو ایک حد تک رہے گی، مستقبل میں معیوب نہیں رہے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح جینوئن ادیبوں کو نئے نئے زاویوں سے سوچنے اور نیا لکھنے کی زیادہ تحریک ملے۔ میرا خیال ہے کہ مصنوعی ذہانت اس تیز دھار آ لے کی مانند ہے جو ایک سر جن کے ہاتھ میں ہو تو نشتر ہو جاتا ہے اور ڈاکو کے ہاتھ لگے تو نخبر۔ تخلیق کاروں کو اس کے استعمال کے ثابت قرینے سکھنے ہوں گے۔" (30)

”مصنوعی ذہانت کا فروغ ادیب اور تخلیق کار کی ذہنی صلاحیتوں متاثر کرے گا، جیسے کیلکولیٹر نے بچوں سے حسابی استعداد سلب کر لی ہے تو مذکورہ فلپینی پینسی تخلیقی جوہر کو زنگ آلو دکرے گی۔ ہاں! یمنا لو جی سے زندگی کو آسان کرنے کا سرمایہ دارانہ ہدف ضرور پورا ہو رہا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ کاتب / خطاط کی جاب ختم ہو چکی ہے اب ہر طرح کافونٹ / پوائنٹ کمپیوٹر میں موجود ہے، کمپوزر ضرورت کو پورا کر رہا ہے بلکہ بہت تیزی کے ساتھ لیکن کچھ چھن بھی تو گیا۔ کوئی فن مر بھی تو گیا۔ نہیں انکار کہ کہا جا سکتا ہے زیست جب آگے بڑھتی ہے تو فنا ہو جانے والی چیزوں فنا ہو جایا کرتی ہیں۔ اب یہ بری ہے یا بھلی ہے بہر حیث ڈی تیٹو حقیقت ہے کہ ثافت اپنا نیارخ سامنے لے آتی ہے۔ وہ ساری تخلیقی اصناف جن سے ہم تخلیقیت کو جوڑے ہوئے ہیں، یہی باقی نہ رہیں، وہ آرٹ یقین کرتے ہیں یہی موت کے گھٹ اتر جائے۔ اس پہلو سے تو سب ممکن ہے۔ مگر ایک اور روپ میں سامنے آجائے تو سے واقعی نہیں روکا جا سکتا۔ روبوٹ جب انسان کی جگہ لے کر فعل ہو گیا تو پھر موجودہ انسان کی رحلت پر کیسا نوحہ! جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا۔ جب یہ انسان ہی نہیں رہے گا تو اس کا احساس و وجود ان اور تخلیقی اوصاف بھی ختم ہو جائیں گے۔“ (31)

مصنوعی ذہانت ایک طاقتوں مگر غیر جذبائی ذریعہ ہے۔ اس کا استعمال انسانی شعور، اخلاقیات اور تنقیدی بصیرت کے ساتھ ہونا چاہیے، ورنہ امکانات کی زمین سہولت کے بجائے آزمائش بن سکتی ہے۔ بقول ڈاکٹر یوسف خشک:

”اگر AI کو ذہنی سہولت کے بجائے ذہنی تبادل بنالیا جائے تو یہ تخلیق کار کی فکری صلاحیتوں کو متاثر کر سکتی ہے۔ اس کے مکملے منفی اثرات میں تخلیقی جتجو میں کمی، زبان پر انحصار کم ہونا، اسلوبی انفرادیت کا زوال شامل ہیں۔ اس کا محتاط اور اخلاقی استعمال تخلیق کو سہارا دے سکتا ہے، مگر اندھا انحصار تخلیقی بانجھ پن پیدا کر سکتا ہے۔ چونکہ ادب کا اصل سرچشمہ انسانی تجربہ، درد، سوال اور شعور ہے۔ اور یہ اوصاف صرف انسان کے پاس ہیں۔“ (32)

”مصنوعی ذہانت کے تخلیقی صلاحیتوں پر جہاں تک منفی اثرات کا تعلق ہے تو اس میں تخلیق کے مشکل عمل سے بچنے کے لیے AI پر انحصار بڑھ سکتا ہے، جس سے تخلیقی صلاحیتیں کمزور پڑ سکتی ہیں۔ اگر سب AI ٹولز ایک جیسے ڈیٹا پر ٹرین ہوں تو تحریروں میں یکساں آتی ہے۔ خیالات کی اصلاحیت پر سوال اٹھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ثبت اثرات بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ تخلیق کاروں کے لیے ایک طاقتوں آلہ کا رہن سکتا ہے خیالات کی کثادگی مسودے کی تدوین نئے اسلوبوں کے تجربات کے لیے۔ اس بحث کو آگے بڑھایا جائے تو دبستانوں کا زوال والا معاملہ سامنے آئے گا۔ مصنوعی ذہانت کسی بھی اسلوب کی نقل کر سکتا ہے۔ اس سے ممکن ہے کہ روایتی دبستانوں کی اہمیت کم ہو اور ہر تخلیق کار کو اپنی انفرادی آواز پر زیادہ زور دینا پڑے۔ میری ذاتی رائے یہ بھی ہے کہ AI ادب کی دنیا میں ایک انقلاب لائے گا جیسے پرمنگ پریس یا انٹرنیٹ لا یا تھا۔ یہ حقیقتی ادیبوں کا خاتمه نہیں کرے گا بلکہ ان کی تعریف بدلتے گا۔ اصل تخلیق کاروں ہو گا جو AI کو ایک برش کی طرح استعمال کرے جو اپنے گھرے انسانی تجربے، فلسفے اور جذبات کو AI کی عکسی مہارت کے ساتھ ملا کر ایک نئی قسم کی خوبصورتی تخلیق کرے گا۔ ادب، انسان کی اپنی ذات اپنے

وجود اور اپنے ہم عصروں سے مکالمہ ہے۔ جب تک یہ مکالمہ جاری ہے، حقیقی انسانی تخلیق کی اہمیت برقرار رہے گی۔ AI اس مکالمے کا ایک نہ، طاقتوں اور پر اسرار نہ رکھتا ہے، لیکن اس مکالمے کا بنیادی محکم انسانی روح ہی رہے گی۔” (33)

”مصنوعی ذہانت سے تخلیق کار کی ذہنی صلاحیت متاثر ہو گی۔ انگریزی میں کہتے ہیں کہ forbidden fruit are very sweet جس کام سے منع کیا جائے تو وہ بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ لہذا اس زمانے کا ادیب مصنوعی ذہانت کی طرف اس لیے بھی جھانکتا ہے، دیکھتا ہے کہ آخر اس میں ہے کیا؟ تو جب وہ اس کو دیکھتا ہے تو متاثر ہوتا ہے۔ چیزیں بھی سامنے آتی ہیں اور چیزیں اتنے بہترین طریقے سے مصنوعی ذہانت آپ کے سامنے پیش کرتی ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو۔ یہ مصنوعی ذہانت صرف ادب کو نہیں آپ کے پورے سماج کو اور پوری دنیا کو متاثر کر رہی ہے اور آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اس سے نفرت کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اسے پیار کر جائیں۔ اگر مصنوعی ذہانت کوئی بہت بڑی بلا ہے تو آپ اس سے دوستی کریں اور اس کو راست پر لے آئیں۔ اس کو آپ روک نہیں سکتے۔ آپ اس کو اپنی زندگی میں پازٹیو اور مثبت چیزوں میں لے آئیں۔ ہمارا صرف ایک ہی بڑا الیہ ہے اور وہ یہی ہے کہ جو تخلیق کار ہوتا ہے، وہ بڑا حساس ہے اور وہ جو حساس تخلیق کار ہے تو مصنوعی ذہانت تو حساس ہی نہیں رکھتی۔ زندگی میں ہم بہت سارے انسان دوستی پر لکھنے والے اور حساس ادیبوں سے ملتے ہیں لیکن وہ اپنی بخی زندگی میں کس قدر ظالم اور شدید اور سخت ہوتے ہیں اور دوسری طرف اگر آپ یہ کہیں کہ یہ تو پر ای تحریر ہو گی۔ اگر مصنوعی ذہانت سے کوئی لکھے اور یہ تو جھوٹی تحریر ہو گی تو کیا اس وقت آپ کو جو معاصر منظر نامہ ہے اس میں دوسروں کی تحریروں پر اپنے نام ڈال کر پیش کرنے والے ادیب نہیں ملتے ہیں؟ ملتے ہیں۔ تو جب خود انسان ہی بہت ساری چیزوں میں جھوٹ بولتا ہے تو پھر مصنوعی ذہانت سے اس کو کیا خوف ہے اور جب تک ہمارا سماج اور ہمارا معاشرہ جھوٹ پر مبنی ہے تو ہم یہ رائے دینے کا کوئی حق نہیں رکھتے کہ مصنوعی ذہانت جو ہے وہ دوسروں کی چیزیں اٹھائے گی اور ہمارے سامنے پیش کرے گی۔ یہ تخلیق کار کی ذہنی صلاحیتوں کو متاثر کرے گی لیکن اس سے ہمیں خوف کی ضرورت نہیں ہے ہم متاثر ہوئے تو ہم اس سے ثابت متاثر ہوں اور ہم دنیا سے جھوٹ نہ بولیں ہم دنیا کو چ بتائیں۔“ (34)

یہ ٹیکنالوجی جہاں زبان، فہم اور مکالمے کے انداز کو وسعت دے رہی ہے وہیں یہ نئی نسل کے لیے علمی خود کفالت اور فکری جتجوکی را ہیں کھول رہی ہے۔ اگرچہ اس کے استعمال میں احتیاط، تقیدی شعور اور اخلاقی بصیرت کی ضرورت ہمیشہ باقی رہے گی۔ تمام پیش رفت اس بات کا ثبوت ہے کہ AI اب تحقیق سے نکل کر عملی زندگی کا موثر حصہ بن چکی ہے۔

وقت کی رفتار کے ساتھ چلتا اور زمانہ کی باگھ تھام لینا ہی اصل اور حقیقی ذہانت ہے کیونکہ اب مصنوعی ذہانت کے بل پر فیصلہ ہو گا کہ کون خواندہ ہے اور کون ناخواندہ؟ تعلیم اور تحقیق کے میدان میں اس کی ناگزیریت سے انکار ممکن نہیں۔ اقوام متحده کے پائیدار ترقی کے اهداف، جنہیں SDGs – Sustainable Development Goals (کہا جاتا ہے، اقوام متحده کے تام رکن ممالک نے 2015ء میں متفقہ طور پر منظور کیے۔ یہ اهداف 2030ء ایجنسی ابرائے پائیدار ترقی کا حصہ ہیں، اور ہر مقصد کے تحت متعدد ذیلی اهداف (Targets) اور کارکردگی کے پیانا (Indicators) طے کیے گئے ہیں۔ یہ اهداف ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ان کا تعلق معاشی ترقی، سماجی بہبود،

اور ماحولیاتی تحفظ تینوں پہلوؤں سے ہے۔ ہائیر ایجو کیشن کمیشن کی تحقیقی تجاویز کے مطابق اب بین المذاہین (Interdisciplinary Research) تحقیق پر زور دیا جا رہا ہے۔ خصوصاً پی ایچ ڈی کے سطح کے مقامے کا وہ جس بھی مضمون سے تعلق رکھتا ہو پائیدار ترقی کے اهداف میں سے کسی ایک کو ہدف بنا ضروری ہے۔ ایسی صورت حال میں مصنوعی ذہانت کی رہنمائی بہت اہمیت کی حامل ہے جو ایک موضوع پر ایک وقت میں کئی ایک مقالہ جات و مضاہین کے لئے فراہم کر دیتی ہے۔

مصنوعی ذہانت کی حدود طے ہیں۔ انسانی ذہانت نے اسے جس قدر اور جتنی معلومات دیں اور اس کے لیے جو دائرہ طے کیا ہے وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ مستقبل میں مصنوعی ذہانت کی ناگزیری حقیقی ذہانت کی ناگزیری کو بھی بڑھادے گی۔ مصنوعی ماہول سے پہنچنے کے لیے انسانی ذہانت کی وسعت کی ضرورت ہو گی۔ مصنوعی ذہانت کا ارتقا را ایسی طرزِ فکر کے حامل سماج کے لیے موت کا پیغام ہے۔

مصنوعی ذہانت کے خود مختار فیصلے لینے سے انسانوں کے فیصلے متاثر یا کمرود ہو سکتے ہیں۔ مشینی ذہانت کی ترقی نے اس تصور کو چلچھ کر دیا ہے کہ صرف انسان ہی اس کائنات کا مرکز ہے اب اس بدلتے ہوئے منظر نامے میں انسان کی اپنی شناخت کا سوال، ترقی سے زیادہ اہم ہے۔

یہاں ایک اور پہلو غور طلب ہے کہ نوجوان نسل جو خود کار اور خود اندیش مشینوں کی بھول بھلیوں میں گم ہے کیا وہ کسی ایسی عبارت کی منتظر ہو گی جس سے وہ لطف اٹھاسکے یا ایسی تحریر کی جو اس کے زخموں کا انداز کر سکے۔ انسانی معاملات و تعلقات اب ویسے رہے نہیں کہ جذبات و احساسات کو کوئی گزند پہنچ دل کو ٹھیس لے۔ مشینی زندگی سے تعلق رکھنے والا انسان اب مشینی کیفیات سے ہی واقف ہے۔ یہ نئے دور کا آغاز ہے یا ایک بھر پور فعال، مستعد، خیر انجیز زندگی کا انجام، فیصلہ وقت کے ہاتھوں میں ہے۔

دوسری طرف معاشری، سماجی، سیاسی اور سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ تخلیقی سرگرمیاں بھی بے حد ضروری ہیں اور یہ کسی مشین کے ذریعے ممکن نہیں۔ مصنوعی ذہانت رہنمائی کر سکتی ہے خیال کو ایک سمت دکھاسکتی ہے مگر اس میں زندگی کا رنگ نہیں بھر سکتی۔ مصنوعی ذہانت کسی کے ذاتی تجربے کے بیانیے میں وہ روح نہیں پھونک سکتی جو پورے وجود میں سنسنی دوڑادے۔ سماج میں وقوع پذیر تبدیلیاں مشین کو فراہم کر دہ معلومات کے تناظر میں پیش کی جاسکتی ہیں مگر کسی ذاتی انسانی تجربے کو زندگی کے زیر و بم اور سوز کے بغیر پیش نہیں کیا جاسکتا۔

ممکنہ طور پر مصنوعی ذہانت انسانی زندگی کی تفہیم و تعبیر اس انداز سے نہیں کر پائے گی کہ ایک مضمون کو سورنگوں سے باندھ سکے۔ صدیوں پر محیط کرب اور مختصر لمبھوں کے نشاط کا بیان اس کے بس سے باہر ہے۔ اردو تہذیب کی زبان ہے اور تہذیب کی تعمیر و تشكیل زندگی کے تجربات اور نسل در نسل کے واقعات سے ممکن ہے۔ اگر تہذیبی تجربات کو مشینی تجربہ میں ڈھال کر پیش کیا جائے گا تو عبارت کا وہ لطف کیسے حاصل ہو پائے گا جس میں صدیاں سانس لیتی ہیں۔ مصنوعی ذہانت ماضی سے گھری والی، ربط اور تہذیب و تاریخ کا ارتباٹ کیسے کر پائے گی جبکہ ادب خلماں میں پیدا نہیں ہوتا تخلیقی عمل کے پیچھے بہت سے عوامل کا فرمایا ہوتے ہیں۔ اچھا ادب پختہ تمدن کا شر ہوتا ہے جب تک کوئی مستقل تمدن روایات پیچھے نہ ہوں ادب کے لب و لہجہ میں نہ لاطافت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی عظمت۔ کیا مصنوعی ذہانت کثیر الشفافی معاشروں کے فرق کو ملحوظ

رکھ سکتی ہے؟ ادب پر جغرافیائی اثرات اہم ہیں۔ کیا اے آئی زمان و مکاں کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر سوال کرنے والے کے مقام یا جغرافیے کا اندازہ لگا کر تحریر بنائے گی؟ مستقبل قریب میں ان سوالوں کا سامنا ہو گا۔

امکان یہ بھی ہے کہ مصف اور AI کے اشتراک سے نئی اصناف جنم لیں "مشترکہ تحقیق"، "نیم خود کار کہانی نویسی"، "ڈیجیٹل شاعری" وغیرہ۔ اے آئی کی موجودگی سے اردو ادب کی جماليات میں تبدیلی آسکتی ہے۔ تجزید، علامت اور تشبیہ جیسے پہلو شاید نئے انداز میں سامنے آئیں یا مکمل نئے "ڈیجیٹل اسالیب" پیدا ہوں۔

قدامت پسند اور جدید ٹیکنالوجی سے نابلد شاعر، ادیب اور محقق کا مستقبل ظاہر چیلنجز سے بھرپور ضرور ہے لیکن کامل طور پر معدوم نہیں کیونکہ ادب کا اصل سرچشمہ انسانی تجربہ، جذبات اور مشاہدہ ہے جو کسی بھی مشین سے بالاتر ہے۔ ٹکنیکی لा�علی ایک رکاوٹ ضرور ہے۔ ٹکنالوجی سے نآشنائی، خیالات کے چھیڑا، اشاعت اور تاریخیں تک رسائی میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ آج کے دور میں ڈیجیٹل پلیٹ فارمز، ریسرچ ڈیٹا بیس، اور سافٹ ویر کا استعمال بنیادی اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ ایسی صورتحال میں ادیب اور محقق اگر سکھنے سے گریز کریں تو وہ نئے قارئیں، محققین، یا اشاعتی مواقع سے محروم ہو سکتے ہیں۔ دنیا جس نجح پر چل رہی ہے ایسے میں مستقبل میں صرف وہی شاعر، ادیب اور محقق کامیاب ہوں گے جو روایت اور جدیدیت میں امتزاج پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں گے۔ صرف قدامت پر اصرار، اور سکھنے سے انکار، ادب و تحقیق کی دنیا میں تہائی کا باعث بن سکتا ہے۔

مصنوعی ذہانت اردو ادب کو وسعت دے سکتی ہے، بدلتی نہیں سکتی۔ انسانی تحقیق اپنی معنویت، ثقافت، جذبات اور تجربے کے باعث ہمیشہ مرکزی رہے گی۔ تاہم، ادب کا افق و سعی ضرور ہو گا اور اسی تناظر میں "تحقیق" کے مفہوم کو از سر نو سمجھنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

## حوالہ جات

1. شیم حنفی۔ تاریخ تہذیب اور تحقیقی تجربہ۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2006ء۔ ص 9
2. Yan Hu. Literature in the Age of Artificial Intelligence:A Preliminary Study on the Big Language Model AI.UK: School of Management, University o Stirling,2023-p1785  
<https://www.researchgate.net/>
3. حسن عسکری۔ مجموعہ محمد حسن عسکری۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2008ء۔ ص 72
4. امیر میانی۔ دیوان امیر۔ لکھنؤ: منتی نول کشور، 1923ء۔ ص 105
5. ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ادب لکچر اور مسائل۔ کراچی: پاکستان نیشنل اکیڈمی، 1986ء۔ ص 42
6. بحوالہ راهی معصوم رضا۔ یاس یگانہ چنگیزی۔ الہ آباد: شاہین پبلشرز، 1967ء۔ ص 144
7. بحوالہ متاز حسین، پروفیسر۔ ادب اور لاشور۔ کراچی: ادارہ نظرِ ادب، 1992ء۔ ص 111

8. مینیج پانڈے۔ ادب کی سماجیات: تصور اور تعمیر سرور الہدی (مترجم)۔ نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، 2006ء۔ ص 32
9. مرزا غالب۔ دیوان غالب اردو (نسخہ عرشی) (مرتبہ) اسیز علی عرشی۔ نئی دہلی: انجمن ترقی اردو، س۔ ان۔ ص 304
10. ساغر صدیقی۔ دیوان ساغر صدیقی (مرتبہ) فرحت صبا۔ لاہور: خیام پبلشرز، 1990ء۔ ص 123
11. پروین شاکر۔ ماہِ تمام۔ دہلی: ایجو کیشن پبلشگر پاؤں، 1995ء۔ ص 115
12. واٹ ایپ جی پیٹی / جنوری 2026ء
13. Stuart J. Russell and Peter Norving-Artificial Intelligence( A Modern Approach)New Jersey:Pearson Education, Third Edition,2010-p1051
14. ن۔ م۔ راشد۔ کلیاتِ راشد۔ دہلی: کتابی دنیا، 2004ء۔ ص 496
15. واٹ ایپ جی پیٹی / 15 دسمبر 2025ء
16. واٹ ایپ جی پیٹی / 16 دسمبر 2025ء
17. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر جیل احمد عدیل سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 21 دسمبر 2025ء
18. ایضاً
19. ڈاکٹر نائلہ انجمن، محمد حیدر شاہد سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 22 دسمبر 2025ء
20. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر سعادت سعید سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 22 دسمبر 2025ء
21. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر عامر سہیل سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 22 دسمبر 2025ء
22. <https://www.rekhta.org/>
23. واٹ ایپ جی پیٹی / 31 دسمبر 2025ء
24. ڈاکٹر ناصر عباس نیر۔ مصنوعی ذہانت اور ادب کی تخلیق: خطرات و امکانات، مشمولہ، مصنوعی ذہانت: حریف یا حلیف (مرتبہ) ڈاکٹر حنا جشید۔ فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2025ء۔ ص 29-30
25. واٹ ایپ جی پیٹی / 31 دسمبر 2025ء
26. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر علی بیات سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 22 دسمبر 2025ء
27. واٹ ایپ جی پیٹی / 15 دسمبر 2025ء
28. ڈاکٹر انوار احمد۔ مصنوعی ذہانت بمقابلہ انسانی ذہانت، مشمولہ، مصنوعی ذہانت: حریف یا حلیف (مرتبہ) ڈاکٹر حنا جشید۔ ص 271
29. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر سعادت سعید سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 22 دسمبر 2025ء
30. ڈاکٹر نائلہ انجمن، محمد حیدر شاہد سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 22 دسمبر 2025ء
31. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر جیل احمد عدیل سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 21 دسمبر 2025ء
32. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر یوسف خٹک سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 21 دسمبر 2025ء
33. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر عامر سہیل سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 22 دسمبر 2025ء
34. ڈاکٹر نائلہ انجمن، ڈاکٹر الطاف یوسف زی سے انٹرویو، تحقیقی سوانح، بذریعہ واٹ ایپ / 23 دسمبر 2025ء